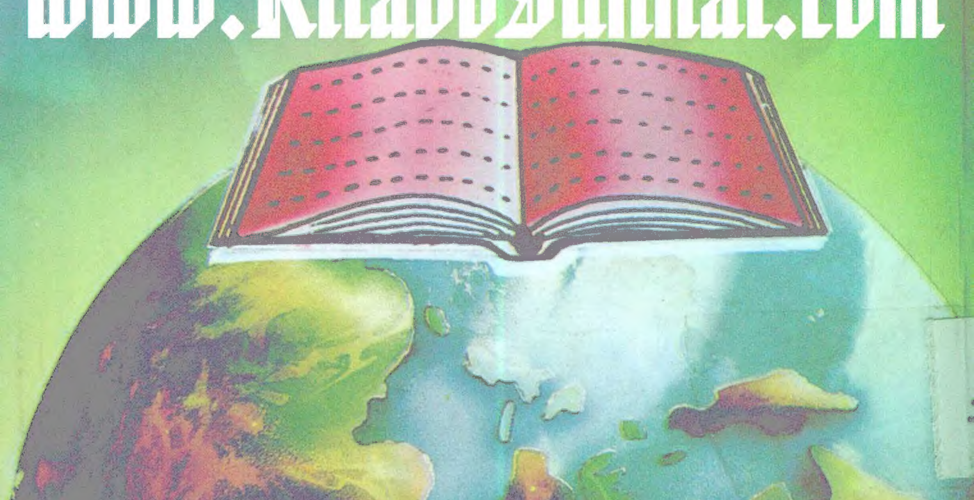
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دعوتِ دین
اور اس کے
# تقاضے





مرکز الدعوۃ والارشاد پاکستان

# طلباء مرکز الدعوۃ والارشاد

کے

# سجیلے نوجوانوں کیلئے

—— جو دن رات اپنی تمام تر قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ
تعلیمی اداروں میں منہجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ---- کریڈٹ،
عہدوں، سہولیات اور شہرت کیلئے نہیں بلکہ ایک اللہ کی رضا
کے لئے ------ آخرت میں جوابدہی کے خوف سے ---
جنت الفردوس کی امید پر --- دعوتِ دین دیتے ہوئے
قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔

(اللہ ان کی جدوجہد کا رنگ دنیا میں اصلاح اور آخرت میں کامیابی کی صورت میں لائے (آمین)



ابو احمد نوید قمر

مسئول: طلباء مرکز الدعوۃ والارشاد (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دعوت کی ضرورت

جب انسان نے اپنے خالق کے نازل کردہ احکامات کو تبدیل کرنا چاہا اس میں ترمیم یا اضافہ کی خواہش کی یا مکمل طور پر اس کے رنگ و روپ' معنی و مفہوم کو ختم کرنا چاہا تو وہ شرک کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ اس نے شجر و حجر کے مختلف معبود گھڑ لئے' بے جان و بے وقعت اشیاء کی پوجا پاٹ کرنے لگا۔ چونکہ اس کا تعلق ایک بہت بڑی قوت و طاقت رکھنے والے مالک سے ختم ہو گیا اس لئے وہ ہر اس شے سے خوف کھانے لگا جو ذرا سی بھی قوت و طاقت کی مالک تھی' جو کسی بھی حوالے سے ظاہرا کچھ نفع و نقصان کی طاقت رکھتی تھی۔ وہ سورج' چاند' ستاروں اور حتی کہ جانوروں تک سے خوف کھا کر ان کی عبادت کرنے لگا۔ انہیں خوش کرنے کے درپے رہنے لگا اور بعض اوقات نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ اپنے جیسے انسانوں کو ہی خدا بنا بیٹھتا' ان کی اطاعت کرنے لگتا' ان کے احکامات کے سامنے سر جھکا دیتا۔

جب معاشروں کی حالت اتنی ابتر ہو جاتی' کفر و شرک میں لتھڑی ہوئی انسانیت ذلت و رسوائی کی اس سٹیج تک پہنچ جاتی تو ایسے میں اللہ احکم الحاکمین جو انسانوں کا خالق مالک اور رب العالمین ہے اپنی رحمت خاص سے انہیں میں سے اپنے خاص بندوں کو مبعوث فرماتے۔ جو ان باغیوں' نافرمانوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے' معاشرے کو سدھارنے کا کام سرانجام دیتے۔ اللہ ان بندوں کی خاص ماحول میں تربیت کرتے اور ان مخصوص حالات کے لئے تیار کرتے جن میں رہ کر انسانوں کی اصلاح کرنا مقصود ہوتی۔ یہ تربیت یافتہ افراد کہ جنہیں ایک عظیم مشن سرانجام دینا ہوتا تھا' سسکتی اور ڈوبتی ہوئی انسانیت کو ضلالت و بہیمیت کے اندھیروں سے نکال کر اشرف المخلوقات کے درجے تک پہنچانا ہوتا تھا۔ انسان اور اس کے خالق کا رشتہ مضبوط اور پختہ کرنا ہوتا تھا' "انبیاء" کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ یعنی انسان کو انسان بنانے اور اس کو اصل اور خالص دین پر لوٹانے کے لئے حضرات انبیاء کرامؑ مبعوث کئے جاتے۔ یہ انبیاءؑ اپنے اپنے ادوار میں' اپنے اپنے معاشروں میں لوگوں کو صرف ایک اللہ کی عبادت' اطاعت'

حاکمیت و محبت کے لئے عملی طور پر تیار کرتے۔ اور لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچا بچا کر جنت کی راہوں پر گامزن کرتے۔ اور وہ لوگ جو اس دعوت حق کو قبول نہ کرتے ان سے ایک کشمکش جاری رہتی جو کبھی بحث و مباحثہ سے بڑھ کر جنگ و جہاد کے معرکوں تک پھیل جاتی۔ پھر یا تو وہ غلبہ حاصل کر لیتے یا پھر اس راہ میں قربان ہو کر نبوت کا حق ادا کر دیتے۔

لیکن! سلسلہ نبوت ختم ہو جانے کے بعد اب یہ عظیم ذمہ داری ہر اس شخص پر عاید ہوتی ہے۔ جس تک دعوت حق پہنچتی ہے اور وہ اسے قبول کر لیتا ہے۔ اب ہم ان اشخاص کو انبیاء تو نہیں کہتے لیکن ان کا کام وہی ہے کہ جس کے لئے طاغوتی معاشروں میں انبیاء مبعوث کئے جاتے اب ہم ان حضرات کو داعیان کہتے ہیں۔

اب داعیان دین کے لئے ملائکہ نے کوئی وحی تو نہیں لانی لیکن قرآن و حدیث کی شکل میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے وہ ہدایت موجود ہے کہ جو ہر خطے، ہر معاشرے میں داعیان کے لئے بصورت خورشید روشن، صاف، واضح اور سیاہیوں کو دور کرنے والی ہے۔ ان ہدایات سے انبیاء کی طرز پر کام کرنے والے اعلیٰ وارفع افراد تیار ہوتے ہیں۔ اور دنیا کی قیادت و سیادت سنبھالتے ہیں۔ کہ دنیا ان کی دعوت کے بغیر اندھی اور جاہل ہے۔

## دعوت کی اہمیت

قرآن میں اس مقصد کے لئے بہت سے اصطلاحات وارد ہوئی ہیں۔ جو نبوت کے تمام ممکنہ پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان میں دعوت، تبلیغ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، انذار و تبشیر، تذکیر، ہدایت، وعظ، شہادت، وصیت اور قول وغیرہ زیادہ نمایاں ہیں۔ کتاب اللہ کی سینکڑوں آیات ایسی ہیں کہ جن میں یہ اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔ بیسیوں آیات وہ ہیں کہ جن میں صیغہ امر کے ساتھ مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ دعوت دین کے لئے اٹھیں اور جو لوگ اس فریضہ کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں ان کے لئے سخت وعیدوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

لغت کے اعتبار سے تبلیغ کے معنی پہنچا دینے کے ہیں لیکن شریعت میں اس کا مفہوم

یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اسے انسانوں تک اس انداز سے پہنچایا جائے کہ لوگ اس کا اثر محسوس کریں۔

| | |
|---|---|
| يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾ | اے پیغمبر جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچادو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو تم خدا کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا بیشک خدا منکروں کو ہدایت نہیں کرتا ﴿۶۷﴾ المائدۃ |
| الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿٣٩﴾ الاحزاب | اور جو خدا کے پیغام (جوں کے توں) پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور خدا ہی حساب کرنے کو کافی ہے ﴿۳۹﴾ |

انذار کے معنی ہوشیار و آگاہ کردینے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و معصیت سے لوگوں کو خبردار کرنا اور ڈرانا۔

| | |
|---|---|
| **یایها المدثر قم فانذر وربک فکبر** | اے کپڑا لپیٹنے والے۔ اٹھو اور اللہ کے عذاب سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر ○ |
| وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ الانعام | اور یہ قرآن مجھ پر اسلئے اتارا گیا ہے کہ اسکے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کردوں۔ |

تبشیر کے معنی خوشخبریاں سنانا یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر سر جھکا دینے اور اسے تسلیم کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور خوشیوں سے آگاہ کرنا۔

| | |
|---|---|
| اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾ | ہم نے تم کو حق کیساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے۔ اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ہدایت کرنیوالا گزر چکا ہے |

اسی طرح

| | |
|---|---|
| ☆ **وتواصو بالحق وتواصو بالصبر** | اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور صبر کی تلقین کی ○ |
| وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ البقرۃ | اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنے فرزندوں سے یہی کہا) |

فَاتَّبِعْنِيٓ أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴿٤٣﴾ میں آپ کو سیدھی راہ پر چلادوں گا ﴿٤٣﴾

**وذکر فان الذکری تنفع المومنین ( الذاریات ۵۵ )**

اور نصیحت کیجئے۔ یقیناً نصیحت مومنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ ○

**فذکر بالقرآن من یخاف وعید**

پس قرآن کے ساتھ ان لوگوں کو نصیحت کیجئے جو میری وعید سے ڈرتا ہے ○

اس کے علاوہ بے شمار احادیث سے بھی اس کی اہمیت' فرضیت اور فضیلت کی تائید ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

**من دل علی خیر فله مثل اجر فاعله**

جس نے بھلائی کے کام کی طرف کسی کی رہنمائی کی اس کو بھلائی کا کام کرنے والے کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا

**فو الله لان یهدی الله بک رجلا واحدا خیر لک من حمر النعم** (بخاری)

"اللہ کی قسم! تمہارے ذریعے اللہ تعالیٰ اگر ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔"

یعنی اگر کوئی شخص کسی کی دعوت سن کر کوئی عمل صالحہ یا صحیح عقیدہ اختیار کرتا ہے تو اللہ کے ہاں جو اجر و ثواب درج ہوگا۔ اس میں داعی کے لئے بھی اتنا ہی اجر ہے جتنا اس پر عمل کرنے والے کے لئے ہے۔ اور عمل کرنے والے شخص کے اجر سے کوئی کٹوتی نہیں ہوگی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کام اتنا اہم اور ضروری ہے کہ آج کے دور کے مطابق اس کے لئے لگژری گاڑیاں یا دوسری قیمتی و مادی اشیاء تک قربان کی جا سکتی ہیں۔ بلکہ ان اشیاء کو حاصل کرنے سے بھی زیادہ افضل یہی انبیاء والا کام ہے کہ جس پر اخروی و ابدی زندگی کی کامیابی کا انحصار ہے۔ آپ اس کا اندازہ صرف ایک مثال سے لگا لیجئے کہ اگر کوئی شخص کسی کی تبلیغ سے نماز پڑھنا شروع کر دیتا ہے یا برے

افعال سے باز آجاتا ہے یا شرک سے نکل کر عقیدہ توحید کی راہ پر آجاتا ہے تو ساری زندگی جب تک وہ یہ عمل کرتا رہے گا دعوت دینے والے شخص کے نامہ اعمال میں برابر یہ نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ بلکہ اس کی موت کے بعد تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ اور اگر اصلاح کرنے والا شخص بھی دعوت کے کام میں مشغول ہوجاتا ہے پھر تو نیکیوں کا اندازہ لگانا ناممکن ہوجاتا ہے۔

پہلی امتوں کی عمریں زیادہ تھیں اس لئے وہ نیکیوں میں بہت بڑھ گئیں۔ امت محمدیہ کے افراد کی عمریں کم ہیں تو اب ان پہلی امتوں کے اجر و ثواب تک پہنچنے کا مختصر راستہ یہی دعوت و اصلاح کا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک داعی کے نامہ اعمال میں روزانہ سینکڑوں فرض نمازوں، ذکر اذکار، اور جہاد و قتال کا ثواب فقط اس کی اس کوشش کے نتیجے میں لکھا جاتا ہو جو وہ دن بھر لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کرتا ہے۔

عصر حاضر میں دعوت و تبلیغ کا کام فرض ہوچکا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے اس وقت زندگی کے تمام شعبوں میں برائی غالب اور نیکی مغلوب ہوچکی ہے۔ لوگ مٹی کے ڈھیروں، اینٹ، پتھر، جوتوں اور کاغذوں کو معبود بنا چکے ہیں۔ ایک اللہ کی عبادت و اطاعت، نذر و نیاز، اس کی محبت، اس کے وضع کردہ حلال و حرام کے واضح تصورات دھندلا گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ایک ایک کرکے اٹھتی چلی جارہی ہیں اور ان کی جگہ بدعات کا مکروہ چہرہ نمودار ہوتا جارہا ہے۔ اور اس سے ہٹ کر، کچھ لوگ اللہ اور یوم آخرت کے منکر اور دین اسلام کا سرعام مذاق اڑا رہے ہیں۔ یہ روش تو اللہ کے غیظ و غضب کو بلانے بلکہ اسے چیلنج کرنے والی ہے۔ ان حالات میں سب سے بڑا نقصان یہ ہورہا ہے کہ جو لوگ حق پر چلنا چاہتے ہیں۔ دین پر عمل کرکے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی ماحول کی مخالفت اور سینہ زوری کے سامنے ٹھہرنے سے عاجز ہوتے جارہے ہیں۔ اکثر کمزور ایمان والے تو اس ماحول سے دل برداشتہ ہوکر اپنے سچے دین کو چھوڑ بیٹھتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اس معاشرے میں "عجیب" نظر نہ آئیں۔ لہذا ان لوگوں کو بھی ایک مناسب دینی ماحول دینا ضروری ہے اللہ کے دین کو غالب کرنے اور برائی کا قلع قمع کرنے کے لئے راہیں ہموار کرنا بھی ضروری ہے۔ اور یہ کام دعوت و جہاد ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

دعوت انسان کے شعور کو بیدار کرتی ہے۔ اس کو صحیح رخ پر چلانے کے لئے نہ صرف رہنمائی (Guide line) مہیا کرتی ہے۔ بلکہ اسی کے ساتھ قدم بقدم سفر کرتی ہے۔ اس کی تربیت کرتی ہے۔ حتی کہ اسے اللہ کے مقرب بندوں میں لاکھڑا کرتی ہے۔ اور یہی مقرب بندے اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کو (جو دعوت قبول کرنے سے انکاری ہوتے ہیں) جہاد کے عمل سے معاشرے میں مغلوب و ذلیل کرتے ہیں۔ اور خود بھی اس عمل کے ذریعے اپنے قول کو سچا اور پکا ثابت کرنے کے لئے آخری مہر ثبت کردیتے ہیں۔

# دعوت کیوں دی جاتی ہے؟

دعوت دین (اللہ کے دین کی طرف بلانا) اللہ کا حکم ہے جسے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے پورا کیا جاتا ہے۔ دعوت کے مقاصد میں سے ایک تو یہ ہے کہ لوگوں کو مسلمان بنایا جائے۔ اور جو لوگ مسلمان ہوجائیں انہیں صحیح معنوں میں قرآن و حدیث کی غرض و غایت کے مطابق ڈھال دیا جائے۔ جہنم کی آگ سے بچا کر انہیں جنت کی شاہراہوں پر گامزن کردیا جائے۔ اللہ کے دین کے نمائندے اور اس کی علمی و عملی تفسیر بنا دیا جائے لوگوں کی انفرادی زندگیوں میں دین کی ترغیب پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اجتماعی طور پر ایک صالح۔ اللہ کے دین پر کاربند معاشرہ وجود میں لایا جائے کہ جہاں اجتماعی معاملات' سیاست' معاشرت' معاہدات' جنگ' معیشت' عدالت' انتظامی معاملات وغیرہ اسلام کی ہدایات اور اس کے رنگ میں رنگے جائیں۔ یہ معاشرہ جو ہر ایک شخص کے جائز حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ اور فرائض کا تعین کرکے انسانوں کو اس کا پابند بناتا ہے۔ اس کے علاوہ دعوت اس لئے بھی دی جاتی ہے تاکہ رب کے سامنے اپنی ذمہ داری کے بارے میں معذرت پیش کی جاسکے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

اور اس کے علاوہ دعوت اس لئے بھی دی جاتی ہے تاکہ لوگوں پر اللہ کے دین کی حجت قائم کی جاسکے۔ روز قیامت اس دعوت کا انکار کرنے والے یہ بات نہ کہہ سکیں کہ ہم پر تو حق واضح نہیں تھا۔ حق بات ہم تک پہنچی نہیں تھی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ
نُوحٍ وَّالنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ
إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَ
يَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ
وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا

(اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی
ہے جس طرح نوحؑ اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی
طرف بھیجی تھی۔ اور ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور
یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور
یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف بھی ہم نے وحی

وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ | بھیجی تھی اور داؤد کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی ۝
وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ | اور بہت سے پیغمبر ہیں کہ جن کے حالات ہم تم سے
قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ | پیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جنکے حالات
وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ | تم سے بیان نہیں کئے۔ اور موسیٰ سے تو خدا نے باتیں بھی کیں ۝

النساء (۱۶۳ تا ۱۶۵)

اللہ تعالٰی یہاں گیارہ انبیاء و مرسلین کا ذکر کرنے کے بعد ان کی دعوت دینے کا مقصد بیان کرتے ہیں کہ

" تاکہ ان کے بعد لوگوں کو اللہ کے سامنے کوئی عذر اور بہانہ نہ رہے"

# امر بالمعروف و نہی عن المنکر

آج کل بعض دین دار جب دعوت دین کے کام میں مشغول ہوتے ہیں تو لوگوں کو صرف نیکی کے کام کرنے کا مشورہ دیتے ہیں' وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کو صرف معروف نیکی یا خیر کی دعوت دی جائے۔ اچھے کاموں کی نصیحت کی جائے۔ لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ معاشرے میں موجود برائیوں کو روکیے۔ زبان کے ذریعے یا ہاتھ کے ذریعے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

**من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان**

(جو کوئی تم سے کسی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے اس برائی سے نفرت کرے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے)

اس کے جواب میں پالیسی یہ بتائی جاتی ہے کہ لوگوں کو اگر برائی سے منع کیا گیا تو وہ ناراض ہوجائیں گے۔ دعوت سے متنفر ہوں گے لہذا نیکی کرنے کا مشورہ دیا جائے۔ لوگ خود بخود برائی چھوڑ دیں گے۔ کہ جس طرح اندھیرے میں شمع روشن کرنے سے

اندھیرا آپ سے آپ بھاگ جاتا ہے۔

یہ دلائل بظاہر تو معقول نظر آتے ہیں لیکن جب ہم قرآن وحدیث کے ذخیرے پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ اصول کہیں بھی کارفرما نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس کے برعکس دعوت دین کی خاص اصطلاح "امربالمعروف ونہی عن المنکر" دلائل وامثال سے جگہ جگہ رہنمائی کرتی نظر آتی ہے۔ جو لوگ قرآن حکیم کو کم از کم ترجمے سے ہی پڑھتے ہوں' محسوس کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کو جہاں کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں وہیں اسے کچھ نافرمانیوں سے بچنے کا حکم بھی سنایا جاتا ہے قران حکیم میں ہرگز ایسا نہیں ہے کہ توحید کی دعوت تو جابجا موجود ہو لیکن شرک کا ذکر "حکمت" کے تحت چھوڑ دیا گیا ہو۔ لوگوں کو نماز' روزہ' حج' زکوۃ' جہاد و قتال' صلہ رحمی' انسانوں کے حقوق و فرائض وغیرہ کا حکم دیا گیا ہو لیکن زنا' جھوٹ تہمت' فحاشی و عریانی' چوری وغیرہ سے نہ روکا گیا۔ عقلی طور پر جب تک انسان کو تصویر کے دونوں رخ نہ دکھائے جائیں۔ وہ صحیح معنوں میں بات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔

حیرت ہے کہ انسانوں کا خالق و مالک تو انسانوں کے قلوب واذہان تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے یہ اصول نہ اپنائے اور موجودہ دور کے مفکر ودانشور عقلی گھوڑے دوڑا کر اور "حکمت و بصیرت" کے نام پر اس اصول کو دعوت دین کا اہم ستون قرار دے ڈالیں۔ نتیجتاجو لوگ ان کے ہتھے چڑھتے ہیں انہیں اس بات کا تو علم ہوجاتا ہے کہ تمام انسانوں کا خالق رب اور حاکم اللہ تعالیٰ ہیں جو بارشوں کو برساتا ہے۔ ہواؤں کو چلاتا ہے۔ پوری کائنات کا نظام وہی سنبھالے ہوئے ہے۔ ایک ایک کام اس کے حکم سے ہوتا ہے لیکن وہ اس سے نابلد ہوتا ہے کہ اللہ سے مانگتے ہوئے اگر دوسروں کو بطور وسیلہ اختیار کر لیا جائے تو یہ شرک ہے جو بہت بڑا ظلم ہے۔ اسے یہ بات عجیب نہیں لگتی کہ نماز کا وقت ہو تو نماز پڑھ لی جائے اور ٹی وی پر ڈرامے کا وقت ہو تو ڈرامہ دیکھ لیا جائے وہ سمجھتا ہے کہ فلاں فلاں کام تو سنت ہیں لیکن یہ دوسرے کام (بدعت) بھی کر لیئے جائیں تو حرج نہیں۔ کیونکہ وہ توحید' سنت و معروفات سے تو آگاہ ہوتا ہے لیکن شرک' بدعات ومنکرات کے علم سے تہی دامن ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ توحید' شرک کو جانے بغیر' سنت بدعت کا مفہوم سمجھے بغیر' اطاعت نافرمانی کا مفہوم

جاننچہ بغیر سمجھ نہیں آسکتی- یہی اصول اللہ نے قرآن مجید میں جا بجا استعمال کیا ہے-

اس امت محمدیہ کو "خیر امت" یعنی گزشتہ تمام امتوں سے اعلی و افضل اسی وصف کی وجہ سے قرار دیا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے حکم کو نافذ کرتے ہیں- نیکی کا علی الاعلان حکم دیتے ہیں- اور برائی کو بزور قوت ختم کرتے ہیں- کہیں زبان کے ذریعے اور کہیں کلاشنکوف کے ذریعے- یہ اپنے سامنے اپنے خالق و حاکم کی نافرمانی برداشت نہیں کرتے بلکہ جہاں انہیں اختیار حاصل ہوتا ہے- وہاں اللہ کا حکم' نیکی اور خیر کا بول بالا کرتے ہیں- اور جہاں انہیں اختیار حاصل نہیں ہے- وہاں اس اختیار کو حاصل کرنے کی تیاری اور کوشش کرتے ہیں- یہ نہیں ہوسکتا یہ اسلام کے نمائندے اور مسلمان کہلائیں اور انہی کی آنکھوں کے سامنے برائیاں دندناتی پھریں- نیکیاں سرچھپاتی پھریں- یہ لوگ صرف ذکر و اذکار کرتے اور تسبیحات پھیرتے رہیں اور اللہ تعالی کے نازل کردہ قوانین و احکامات سرنگوں ہوتے رہیں- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مذاق اڑایا جاتا رہے- سنتوں کا قتل ہوتا رہے- اور یہ لوگ اسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرلیں نہیں! یہ ان لوگوں کا کردار نہیں یہ مومنین کی صفات نہیں یہ مسلمان کی شان نہیں- یہ "خیر امت" ہیں یہ میدان عمل میں نکل کھڑے ہوتے ہیں- اور "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کے حکم پر قربان ہوجاتے ہیں-

**كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله ( آل عمران ۱۱۰ )**

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے برپا کیا گیا ہے- کیونکہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو-

**ان الله يامر بالعدل والاحسان وايتائى ذى القربى وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغى يعظكم لعلكم تذكرون ( النحل ۹۰ )**

"یقیناً اللہ تعالی عدل' احسان اور قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی' برائی اور سرکشی سے روکتا ہے تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو "

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اس فریضے کے لئے قرآن مجید میں متعدد آیات ملتی ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہے-

## ہمت والے کام

| | |
|---|---|
| يٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ | بیٹا نماز کی پابندی رکھنا اور (لوگوں کو) اچھے کام کرنے کا امر اور |
| عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ أَصَابَكَ ۭ إِنَّ | بُری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو |
| ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ | اس پر صبر کرنا۔ بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں ﴿۱۷﴾ |

(لقمٰن ۱۷)

یعنی تم نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دو اور برائیوں سے روک ڈالو ظاہر بات ہے کہ تمہارے اس فعل سے عوام تمہارے گلے میں پھولوں کے ہار نہیں ڈالے گی۔ لوگ جن بے مقصد اور فضول کاموں میں زندگی گزار رہے ہیں جب تم ان پر تنقید کرو گے (چاہے یہ تنقید کتنے ہی بہترین الفاظ میں کیوں نہ ہو۔ ان پر ہاتھ ڈالو گے تو اس کے رد عمل کے طور پر تم پر رکاوٹوں اور آلام کے سلسلے شروع کر دیئے جائیں گے۔ اس موقع پر صبر کا دامن تھامے رکھنا تمہیں پہلے ہی خبردار کیا جا رہا کہ یہ بہت عزم و ہمت کے کام ہیں۔ ذہنی 'جسمانی' علمی اور عملی طور پر اس کے لئے تیار رہو

## مجاہدین کے اوصاف

| | |
|---|---|
| إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ | خدا نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لئے |
| وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ | ہیں (اور اسکے) عوض میں اُنکے لئے بہشت (تیار کی) ہے یہ |
| فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا | لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے |
| عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ | جاتے بھی ہیں یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے |
| وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا | جس کا پُورا کرنا اُسے ضرور ہے۔ اور خدا سے زیادہ وعدہ پورا |
| بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ | کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اُس سے کیا ہے اُس |
| الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ | سے خوش رہو۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے ﴿۱۱۱﴾ |

التائبون العابد ون الحامد ون السائحون الراكعون الساجد ون الامرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحفاظون لحد ود اللہ ؕ وبشر المومنين

توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے۔ حمد کرنے والے۔ روزہ رکھنے والے۔ رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے۔ نیک کاموں کا حکم دینے والے۔ بری باتوں سے منع کرنے والے۔ اللہ کی حدود کی کی حفاظت کرنے والے۔ (یہی مومن لوگ ہیں اور اے پیغمبر مومنوں کو (بہشت کی) خوشخبری سنادیجئے۔ (التوبہ ۱۱۲)

یعنی مومنین دراصل وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کا اللہ سے جنت کے بدلے سودا کر لیا ہے۔ اور یہی لوگ اس قول کو سچ ثابت کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں کافروں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوجاتے ہیں۔ اب یہاں اللہ نے ان عظیم مجاہدین کی نو صفات کا ذکر کیا ہے جیسا کہ آپ نے پڑھا کہ ان نو میں سے دو صفات یہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔

اب ہم میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان صفات میں سے کچھ کو ضروری قرار دیں یا کچھ کو غیر ضروری۔ یہاں اگر توبہ استغفار رکوع و سجود وغیرہ اہم ہیں تو اسی ترتیب سے نیکیوں کو نافذ کرنا پھیلانا منکرات کو مٹانا بھی ان کی ذمہ داری میں شامل ہیں اور جو مجاہدین ان نو صفات کے حامل ہیں تو اے نبی ان کو جنت کی خوشخبریاں سنا دیجئے۔

## اسلامی ریاست کے فرائض

| | |
|---|---|
| اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا | یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم اُن کو ملک میں دسترس دیں تو |
| الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا | نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنیکا حکم دیں |
| بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ | اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام |
| عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ سورۃ الحج | خدا ہی کے اختیار میں ہے ﴿۴۱﴾ |

یعنی اسلامی ریاست کے فرائض کی چار بنیادی باتیں یہاں بیان کی گئی ہیں۔ کہ وہ سب سے پہلے صلوۃ اور زکوۃ کا نظام قائم کریں گے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ہر سطح پر

اللہ کی شریعت کا حکم دیں گے اور اس کی نافرمانی سے لوگوں کو باز رکھیں گے۔ میں یہاں ضمناً ایک بات اور بھی عرض کرتا چلوں کہ

جدید دور کے کچھ عقل پرست علماء اور مفکرین کا خیال ہے کہ نماز روزہ وغیرہ دراصل ایک ٹریننگ کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ ٹریننگ انسان کے "مقصد تخلیق" یعنی اسلامی ریاست کے قیام کے لئے ہے۔ یعنی نماز روزہ و غیرہ وسائل کی حیثیت رکھتے ہیں تاکہ ایک اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لایا جا سکے۔ کوئی ان سے یہ پوچھے کہ اگر تمہاری بات تسلیم کر لی جائے تو قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے کیا معنی کئے جائیں گے؟

یہ آیت تو بتلا رہی ہے کہ اسلامی ریاست کے قیام کے مقاصد میں سے نماز روزہ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نظام کو قائم کرنا ہے نہ کہ نماز روزہ اس لئے ہے کہ اس سے اسلامی ریاست معرض وجود میں لانی ہے۔ نماز اس سے لئے پڑھی جاتی ہے کہ اللہ کا حکم ہے۔ روزہ اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کا حکم ماننا ہی اصل عبادت ہے کہ جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

**وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**

"ہم نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس مقصد کے لئے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں"

## مومنین کی پہچان

| | |
|---|---|
| وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ | اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست |
| بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ | ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع |
| عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ | کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور خدا اور اسکے |
| الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ | پیغمبر کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا |
| سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ | رحم کرے گا بیشک خدا غالب حکمت والا ہے ﴿۷۱﴾ التوبہ |

## منافقین کا کردار

| | |
|---|---|
| اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ | منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک ہی طرح |
| يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ | کے) ہیں کہ بُرے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے |
| وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ | اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں انہوں نے خدا کو بُھلا |
| اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ التوبہ | دیا تو خدا نے اُن کو بھلا دیا بیشک منافق نافرمان ہیں ﴿٦٧﴾ |

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کرنے کے کام

| | |
|---|---|
| اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ | وہ جو (محمد) رسول اللہ کی جو نبی اُمّی ہیں پیروی کرتے ہیں |
| الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي | جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے |
| التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ | ہیں۔ وہ اُنہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں۔ |
| وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ | اور پاک چیزوں کو ان کیلئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں |
| وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ | کو اُن پر حرام ٹھیراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن |
| اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ | (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اُتارتے ہیں۔ الاعراف |

**اجتماعی حیثیت میں دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری پانچ لحاظ سے عائد کی گئی ہے۔**

## خیر امت کا ٹائیٹل

| | |
|---|---|
| كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ | (مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں |
| تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ | پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو |
| عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ عمران | اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو |

## امت وسط (افراط و تفریط سے مبرا) اور شہداء علی الناس کا فریضہ

| | |
|---|---|
| وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا | اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمّتِ معتدل بنایا ہے |
| لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ | تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم |

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ پر گواہ بنیں البقرۃ

شہادت (گواہی) کا مطلب ہے کہ لوگوں پر اتمام حجت قائم کردی جائے تاکہ لوگوں کے لئے اس سے انحراف میں کوئی عذر باقی نہ رہے' جیسا کہ

لئلا یکون للناس علی اللّٰہ حجۃ بعد الرسل (النساء ۱۶۵)

تاکہ ان رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

## اجتماعی طور پر ہر علاقے کے علماء و فقہاء و مجاہدین کی ذمہ داری

فلولا نفر من کل فرقۃ منهم طائفۃ لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون (التوبہ ۱۲۲)

(ترجمہ) اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تاکہ وہ حذر کرتے۔ (التوبہ ۱۲۲)

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسرین اور محدثین نے دعوت و جہاد دونوں قسم کے مفہوم مراد لئے ہیں۔

## ایک خصوصی شعبہ اسی مقصد کے لئے ہو۔

☆ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ط واولئک هم المفلحون

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔ (ال عمران ۱۰۴)

## ایک دوسرے کو حق بات اور ثابت قدمی کی نصیحت

والعصر ○ ان الانسان لفی خسر ○ الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

انسان کو قیامت کے روز خسارے سے بچانے کے لئے جو چار شرائط بیان کی گئی ہیں۔ اس میں بھی دو شرائط کا تعلق در اصل دعوت ہی سے ہے یعنی عام زندگی کے معاملات میں بھی ایمان والے ایک دوسرے کی اصلاح کرتے رہیں۔ ان کی غلطیوں کوتاہیوں پر سرزنش کرتے رہیں اور دوسری طرف آزمائش کے مراحل میں بھی ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں انہیں صبر و تحمل اور ثابت قدمی کی تلقین کریں۔ استقامت کے لئے ماحول پیدا کریں۔ یعنی یہ مسلمان ہر حالت یعنی حالت امن اور حالت جہاد دونوں میں ایک طرف دنیا بھر کے انسانوں کو دعوت خیر دے رہے ہوتے ہیں۔ معروف کا حکم اور منکر سے روک رہے ہوتے ہیں' دوسری طرف ایک دوسرے کی اصلاح سے غافل نہیں ہوتے۔

خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو نصیحت کرے۔ بھائی بھائی کو باپ بیٹے کو بیٹا باپ کو ماں بیٹی کو اور بیٹی ماں کو تلقین کرے۔ غرض جس کسی مرد و عورت کا کسی دوسرے مرد و عورت سے جو تعلق اور رشتہ ہو' وہ اسی مناسبت سے اس فریضہ کی ادائیگی کرے اور وہ یہ ذمہ داری ہر جگہ ہر ماحول اور سطح پر نبھائے۔ طالب علم اور استاد اپنے تعلیمی ادارے میں' مزدور اپنی فیکٹری اور دوکان میں' تاجر اپنی صنعت میں' اور آفیسر اور کلرک اپنے دفاتر میں' صحافی' اخبارات و جرائد میں' حتیٰ کہ گھروں میں زیادہ تر وقت گزارنے والے افراد اپنے محلے اور گلیوں میں اور خواتین اپنی سہیلیوں میں اس فرض کی ادائیگی کریں تب جاکر یہ شرائط پوری ہوں گی جو کہ آخرت میں ذلت و رسوائی سے بچنے کے لئے جزو لاینفک کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس چھوٹی سی صورت میں یہی بات سامنے آتی ہے کہ ایمان کی دلیل اگر عمل صالح نہ بنے تو ایمان قابل قبول نہیں ہے۔ ایمان کا بیج اگر خالص ہے اور دل کی زرخیز زمین میں بویا گیا ہے تو اس سے اعمال صالح اگیں گے۔ ایمان اور عمل صالح انسان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ بلکہ وہ اللہ کے دین کے لئے اٹھے گا' اللہ کا سپاہی بن کر زندہ رہے گا۔ معاشرتی برائیوں کی اصلاح کرے گا۔ ہر کفر و طاغوت سے ٹکرائے گا اور صبر و استقامت کا ایک پہاڑ ثابت ہوگا۔

## منکرات کو نہ روکنے پر سخت سزائیں

| | |
|---|---|
| وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي | اور تم دیکھو گے کہ ان میں اکثر گناہ اور زیادتی اور حرام |
| الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ | کھانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ بیشک یہ جو کچھ کرتے |
| لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ | ہیں برا کرتے ہیں ۝ |
| لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ | بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں |
| عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ | اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ |
| لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ المائدۃ | بلاشبہ وہ بھی برا کرتے ہیں ۝ |

یہاں بنی اسرائیل کے علماء و فقہاء پر سخت تنقید کی گئی ہے کہ جب عوام کی اکثریت گناہ اور ظلم و زیادتی میں مشغول ہونے لگی تو علماء و صلحاء کا سب سے بڑا فریضہ یہی تھا کہ لوگوں کو ان کے برے افعال سے روکتے اور ان کا نہ روکنا دراصل بہت برا عمل ہے آج کے اس دور میں علماء کی غفلت اور "مصلحت پسندی" نے عوام کو دین سے بہت دور کردیا ہے۔ مولوی یہ چاہتے ہیں کہ عوام اور اپنے مقتدیوں کو کوئی ایسی بات نہ کہیں جس سے وہ ناراض ہوجائیں۔ اگر عام لوگ اور اس کے پیچھے نمازیں پڑھنے والے مولوی کی بات کا برا مان گئے تو پھر مسجد کے چندے بند ہوجائیں گے۔ تنخواہ روک لی جائے گی یا اس کی چھٹی کرادی جائیگی۔ بس انہی تحفظات کے پیش نظر وہ موجودہ بیماریوں کے تدارک کی بجائے عوام الناس کو قصے کہانیوں میں مشغول رکھتا ہے۔ موجودہ حالات سے بے خبر رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ دس دس بیس بیس سال تک مسجدوں کے چکر لگاتے رہتے ہیں نمازیں پڑھتے رہتے ہیں لیکن ان کی شکل و صورت لباس وضع قطع، گھر اور اہل خانہ اور معاشرے میں رتی برابر تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔ چہرے داڑھیوں سے صاف ہی رہتے ہیں۔ لباس میں عریانی برقرار رہتی ہے۔ گھروں میں ٹی وی۔ وی سی آر ناچ گانے کی محفلیں جمی رہتی ہیں۔ جو لوگ جس قسم کے شرک میں مبتلا ہوں ڈٹے رہتے ہیں۔ طاغوت کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔ برائیوں کو چھوڑنا تو دور کی بات اس سے نفرت کا احساس تک باقی نہیں رکھتے۔ اس معاملے میں سب سے زیادہ قصور انہی علماء و قائدین کا ہے جو لوگوں کو خود ساختہ دین کی طرف بلاتے ہیں تاکہ ان

کی دکان داری چمکتی رہے اور اس طرح لوگوں کو گمراہ کرکے اپنے پیٹ کا ایندھن بھرتے رہیں
اسی سورت میں آگے چل کر اس روش کو اختیار کرنے والے لوگوں پر لعنت کی گئی ہے۔

**لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم**

ان کا جرم عظیم کیا تھا؟

**کانوا لایتناهون عن منکر فعلوه**

وہ ایک دوسرے کو شدت کے ساتھ ان برائیوں سے منع نہیں کرتے تھے جس پر وہ کاربند تھے۔ بلکہ ان کا لوگوں کو منع نہ کرنا یہ بات ثابت کرتا تھا کہ وہ خود بھی اس جرم میں جلد یا بدیر شریک ہونے والے تھے۔

مسلمان غیرت مند ہوتا ہے وہ کسی بھی صورت میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی نظروں کے سامنے اللہ کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی خلاف ورزی کی جائے۔ اور وہ پادریوں اور راہبوں کی طرح کونے کھدروں میں چھپ کر بیٹھا رہے یا جنگلوں کی طرف نکل جائے۔ بلکہ ان منکرات کو مٹانا دین کا اہم اور ضروری فریضہ سمجھتا ہے۔ جس کے بغیر اس کا دین نامکمل اور اس کی عبادت اکارت ہونے کا اندیشہ موجود ہے۔

## دل ہلادینے والی ایک حدیث

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز و جل نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں شہر کو الٹ دے اور اس کے ساتھ فلاں شخص کو بھی مع اهل کے الٹ دے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب تحقیق ان بندوں میں تیرا فلاں بندہ ہے کہ اس نے ایک لحظہ کے لئے بھی گناہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بستی کو اس میرے بندے کے اوپر الٹ دے اس لئے کہ میرے اس بندے کا چہرہ ایک لحظہ کے لئے بھی میرے دین کی نافرمانی دیکھ کر متغیر نہیں ہوا۔ (بیہقی)

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ان اول مادخل النقص علی بنی اسرائیل انه کان الرجل یلقی الرجل فیقول یاھذا اتق اللّٰه ود ع ما تصنع فانه لایحل لک ثم یلقاء من الغد وھو علی حاله فلایمنعه ذ لک ان یکون اکیله وشریبه وقعید ه فلما فعلوا ذ لک' ضرب اللّٰه قلوب بعضھم ببض

بنی اسرائیل میں سب سے پہلے جو نقص پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ ان میں سے ایک شخص دوسرے شخص سے ملاقات کرتا تو یہ کہتا تھا' اے فلاں' اللہ کا تقویٰ اختیار کرو' اور جو تم کر رہے ہو اس کو چھوڑ دو' اس لئے کہ یہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ پھر اس ہی اسی شخص سے اگلے روز ملاقات ہوتی تھی اور وہ اپنے سابق حال پر قائم ہوتا ہے۔ لیکن یہ چیز اس (پہلے شخص) کے راستے میں مانع نہیں ہوتی تھی کہ وہ اس کا ہم نوالہ و ہم پیالہ اور ہم نشین بنے۔ جب انہوں نے یہ روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آپس میں مشابہ کر دیا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مائدہ کی آیت لعن الذ ین کفروا ......... فاسقون تک تلاوت کی اس کے بعد آپ نے فرمایا:

کلا واللّٰه لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر ولتاخذ ن علی ید الظالم ولتاطرنه علی الحق طیرا ولتقصرنه علی الحق قصرا او لیضربن اللّٰه بقلوب بعضکم علی بعض ثم لیلعنکم کما لعنھم (ابود اؤد ترمذی)

اسی طرح رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نے فرمایا

لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی فھتھم علماء ھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم واکلوھم وشاربوھم فضرب اللّٰه قلوب بعضھم ببعض ولعنھم علی لسان د اؤد وعیسیٰ بن مریم ذ لک بما عصوا وکانوا یعتد ون فجلس رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وکان متکئا وقال لا والذ ی نفسی بید ہ حتی تاطروھم علی الحق اطرا (ترمذی)

ہرگز نہیں، اللہ کی قسم تمہیں لازماً ظالم کے ہاتھ کو قوت کے ساتھ پکڑنا ہو گا۔ اور تمہیں اس کو لازماً حق کی جانب جبراً موڑنا ہو گا۔ اسے حق کے اوپر قائم رکھنا ہو گا۔ یا پھر اللہ تمہارے دل بھی ایک دوسرے کے مشابہ کر دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ تم پر بھی لعنت فرمائے گا۔ جیسے ان (یہود) پر لعنت فرمائی۔

جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ان کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ باز نہ آئے۔ (لیکن اس کے باوجود) علماء نے ان کی ہم نشینی اور ان کے ساتھ باہم کھانا پینا جاری رکھا تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بھی مشابہ کر دیا، اور ان پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی لعنت فرمائی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی روش اختیار کی اور حدود سے تجاوز کرتے رہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے، جبکہ اس سے پہلے آپؐ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اور فرمایا، ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (تمہاری ذمہ داری اس وقت تک ادا نہیں ہو گی) جب تک کہ تم انہیں زبردستی حق کی جانب موڑ نہ دو۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اللہ تعالیٰ کے منع کردہ امور میں مداہنت کرنے والے شخص اور ان کا ارتکاب کرنے والے شخص کی مثال یوں ہے کہ کچھ لوگوں نے ایک بحری جہاز میں بیٹھنے کے لئے قرعہ اندازی کی۔ کچھ لوگ اس کے نیچے کے حصے میں ہو گئے اور کچھ اس کے اوپر والے حصے میں۔ پس ایک شخص جو اس کے نیچے کے حصے میں تھا اوپر والوں کے پاس سے پانی وغیرہ لے کر گزرتا رہا تو انہوں نے اس کی تکلیف محسوس کی۔ چنانچہ اس نے کلہاڑا لیا اور جہاز کے نچلے حصے میں سوراخ کرنا شروع کر دیا۔ پھر وہ سب اس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تمہیں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تم نے (میری آمد و رفت کی وجہ سے) تکلیف محسوس کی تھی۔ حالانکہ پانی کے بغیر میرا کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ (آپؐ نے فرمایا) کہ اب اگر وہ اس کے ہاتھ روک لیتے ہیں تو اس کو بھی بچا لیں گے اور اپنے آپ کو بھی بچا لیں گے اور اگر اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں تو اسے بھی ہلاک کروا لیں گے اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کروا لیں گے۔ (بخاری)

حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم کرو گے اور برائی سے روکو گے یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کرے گا۔ پھر تم دعا مانگو گے وہ قبول نہ ہوگی۔ (ترمذی)

عرس بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا! جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے جو شخص وہاں موجود ہوتا ہے۔ اگر وہ اس کو برا سمجھتا ہے تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو وہاں سے غائب ہے اور جو غائب ہے اور اس (برے کام) سے راضی ہے تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو وہاں حاضر ہے۔ (ابو داوٗد)

جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا فرماتے تھے۔ کوئی شخص کسی ایسی قوم میں نہیں ہوتا جس میں گناہ کئے جاتے ہیں وہ قدرت رکھتی ہے کہ اس سے روکیں پھر وہ روکتی نہیں۔ مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (ابوداوٗد' ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اس میں کچھ مسلمانوں کی تعریف فرمائی پھر فرمایا۔

"ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں میں دینی سمجھ پیدا نہیں کرتے اور انہیں تعلیم نہیں دیتے اور دین نہ جاننے کے عبرتناک نتائج انہیں نہیں بتاتے اور انہیں برے کاموں سے نہیں روکتے؟ اور ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں سے دین نہیں سیکھتے اور دینی سمجھ نہیں پیدا کرتے اور دین نہ جاننے کے عبرتناک نتائج معلوم نہیں کرتے؟

اللہ کی قسم لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازما تعلیم دیں' ان کے اندر دینی سمجھ پیدا کریں۔ انہیں نصیحت کریں۔ ان کو اچھی باتیں بتائیں۔ اور ان کو بری باتوں سے روکیں نیز لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنا ہوگا دین کی سمجھ پیدا کرنی ہوگی اور ان کے وعظ و نصیحت کو قبول کرنا ہوگا ورنہ میں انہیں بہت جلد سزا دوں گا پھر آپ منبر سے اتر آئے اور تقریر ختم کردی۔

سامعین میں سے کچھ لوگوں نے کہا یہ کون لوگ تھے جن کے خلاف آپ نے تقریر فرمائی" دوسرے لوگوں نے بتایا کہ آپ کا روئے سخن قبیلہ اشعر کے لوگوں کی طرف تھا یہ لوگ دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور ان کے پڑوس میں چشموں پر رہنے والے دیہاتی اجڈ لوگ ہیں۔

جب اس تقریر کی خبر اشعری لوگوں کو پہنچی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا "آپ نے اپنی تقریر میں کچھ لوگوں کی تعریف فرمائی اور ہمارے اوپر غصہ فرمایا تو ہم سے کیا قصور سرزد ہوا ہے؟

آپ نے فرمایا "لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازما تعلیم دیں۔ انہیں وعظ و نصیحت کریں' اچھی باتوں کی تلقین کریں اور بری باتوں سے روکیں۔ اسی طرح لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنا ہوگا۔ وعظ و نصیحت کو قبول کرنا ہوگا اور اپنے اندر دینی سمجھ پیدا کرنا ہوگی۔ ورنہ میں ان لوگوں کو بہت جلد دنیا میں سزا دوں گا۔ تو اشعرین نے کہا "اے اللہ کے رسول! کیا ہم دوسروں میں سمجھ پیدا کریں۔(کیا تعلیم و تبلیغ بھی ہماری ذمہ داری ہے) آپ نے فرمایا "ہاں یہ بھی تمہاری ذمہ داری ہے" آپ نے ان کو ایک سال

کی مہلت دی جس میں وہ اپنے پڑوسیوں کے اندر دینی سمجھ پیدا کریں اوراحکام بتائیں اس کے بعد حضور نے آیت پڑھی

لعن الذین کفروا .................... الخ (المائدہ ۷۸)

یہ آیات و احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ ہمارے علماء و صلحاء و واعیان کا سب سے اہم کام یہی ہے کہ وہ لوگوں کو منکرات سے روکیں اس کے لئے ہاتھ اور زبان دونوں طریقے اختیار کئے جائیں اور دوسری اہم بات کہ اگر عوام الناس اس "حرکت" کو جاری رکھیں اور گناہ کی روش ترک نہ کریں تو پھر ان سے روابط مضبوط نہ کئے جائیں۔ ان سے ملنے جلنے میں احتیاط سے کام لیں۔ ان کی مجلس - ان کی خوشی اور غمی کے معاملات کا بائیکاٹ کریں۔ حتی کہ جو لوگ عقیدے کی حد تک معصیت کا شکار ہوں ان کے نماز جنازہ تک نہ پڑھائی جائے۔ ان کے نکاح نہ پڑھائے جائیں جن لوگوں کی کمائی حرام کی ہو ان کے مال قبول نہ کئے جائیں۔ اور انہیں یہ بات باور کرائی جائے کہ ان کا حرام مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا نیکی نہیں۔ تاوقتیکہ وہ اس حرام خوری سے باز آجائیں۔

لیکن اس کے برعکس بنی اسرائیل کی عادات کے مطابق اکثر علماء نے منع تو کیا کرنا۔ عوام کی ان غلطیوں میں ان کے ساتھ شریک ہوتے ہیں بلکہ بعض تو اس حد تک گر جاتے ہیں اور گھٹیا پن کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ان کاموں کے جواز کے لئے قرآن کی آیات واحادیث رسول تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح یہ مولوی حکومتوں کے غلط صحیح تمام فیصلوں کو ایک فرمانبردار غلام کی طرح قبول کر لیتے ہیں۔ وہ طاغوتی حکومت کے اقدامات یا سیاستدانوں کے بیانات یا ان کی بد عملیوں سے عوام کو آگاہ کرنے یا ان میں نفرت پیدا کرنے کی بجائے۔ حکومتی پالیسیوں کے گن گاتے نظر آتے ہیں اور معاشرے کا عام فرد یہ سمجھنے لگتا ہے کہ جب ہمارے بزرگوں اور علماء کو اس سے کوئی تکلیف نہیں ہے تو یہ بات پھر نیکی ہی ہوگی یا کم از کم برائی نہیں ہے۔

اور دوسری بڑی بات یہ ہے کہ یہ نافرمانیاں عام ہوتے ہوتے معاشرے کا ایک حصہ اور زندگیوں کا جزو بن جاتی ہیں۔ حتی کہ انہیں ضرورت کا نام دے دیا جاتا ہے۔ سڑکوں پر

نکل کر مرد اور خواتین اس ضرورت کو حاصل کرنے کے لئے اجتماعات کرتے ہیں۔ مطالبات پیش کرتے ہیں اور جمہوری حکومتیں اکثریت کے ان مطالبات کو تسلیم کرتی ہیں۔ بل پیش ہوتے ہیں۔ قوانین بنتے ہیں اور نافذ کردیئے جاتے ہیں پھر سود کو نفع کا نام دے کر حلال کرلیا جاتا ہے۔ زنا اور لواطت کے پرمٹ جاری کئے جاتے ہیں بلکہ اس ماحول کی پرورش کے لئے تفریح گاہیں "کلب" فائیو سٹار ہوٹل "بازار حسن" تعمیر کئے جاتے ہیں۔ شراب مشروب کے نام پر استعمال کی جاتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم شروع ہوجاتی ہے۔ پردے کو گھٹن کہہ کر اتار دیا جاتا ہے۔ اور اس کی انتہا "برہنگی" کی آخری حدود چھولیتی ہے۔ موسیقی روح کی غذا قرار دی جاتی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے سکولز اور کالجز میں ڈانس کے مقابلہ جات منعقد ہوتے ہیں اور انسانیت عبادت کے وسیع و عریض مفہوم سے نکل کر جنس ' معاش اور اقتدار کی تنگ نائیوں میں گم ہوکر رہ جاتی ہے اور آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس سارے ماحول سے دیندار متاثر نہ ہوں گے؟

پورے شہر میں غلاظت پھیلی ہوئی ہو تو اس سے وہ شخص بھی ہرگز محفوظ نہیں رہ سکتا جو ہر روز غسل کرتا ہو اور اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھتا ہو۔ لہٰذا دین پر ذاتی حد تک عمل کرلینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ دین کا بہت بڑا حصہ ہے کہ آدمی اس دین کو پھیلائے۔ نیکیوں کا وجود تسلیم کرائے اور برائیوں کو مار بھگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

**ان الناس اذا راؤ منکرا لم یغیرون یوشک ان یعمھم اللّٰہ بعقابہ**

لوگ برائی کو دیکھ کر اسے ختم کرنے کی کوشش نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ ان پر عام عذاب نازل کردے۔ (جو برائی کرنے والوں اور اس سے منع نہ کرنے والوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے) (ترمذی۔ ابن ماجہ)

# دعوت دین کی بتدریج وسعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے اپنے اہل خانہ اور خاندان والوں پر حق واضح کرنے کا حکم ہوا۔

| | |
|---|---|
| وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿۲۱۴﴾ | اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنا دو ﴿۲۱۴﴾ |

(الشعراء ۱۱)

اس کے بعد مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں تک پہنچنے کا حکم ہوا۔

| | |
|---|---|
| وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا | اور اسی طرح تمہارے پاس قرآن عربی بھیجا ہے تاکہ تم بڑے |
| لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَ | گاؤں (یعنی مکے) کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے اردگرد |
| تُنذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ | رہتے ہیں انکو رستہ دکھاؤ اور انہیں قیامت کے دن کا بھی جس |
| فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي | میں کچھ شک نہیں خوف دلاؤ۔ اس روز ایک فریق بہشت میں |
| السَّعِيرِ ﴿۷﴾ الشوریٰ | ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں ﴿۷﴾ |

اب دائرہ کار وسیع ہوا تو ہر زندگی رکھنے والے تک پھیل گیا۔

**ان ھو الا ذکر و قرآن مبین لینذر من کان حیا۔** وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۷۰﴾

یہ قرآن تو صرف ایک نصیحت اور واضح اللہ کا کلام ہے تاکہ تو ہر زندگی رکھنے والے کو آگاہ کردے۔ اور کافروں پر بات پوری ہو جائے ﴿۷۰﴾ (یٰسین - ۵)

جہاں تک ممکن ہو سکے تبلیغ کی جائے۔

**لانذرکم بہ ومن بلغ (الانعام )**

تاکہ میں اس سے تمہیں آگاہ کردوں اور ان کو جن تک میری دعوت پہنچے۔

**ھذا بلغ للناس (ابراھیم ۷)**

یہ قرآن عام انسانوں کے لئے تبلیغ ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور (اے محمدؐ) ہم نے تم کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۲۸﴾

**قل یاایها الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا (الاعراف ۴۰)**

کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں۔

**تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیر الذین له الملک السموت والارض (فرقان ۱)**

ترجمہ برکت والا وہ کہ جس نے حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی تاکہ وہ دنیا جہاں کے لئے ہوشیار کرنے والا اور آگاہ کرنے والا ہو۔ وہ اللہ کہ جس کی ملکیت میں آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت ہے۔

یہاں داعی کے لئے دعوت دین کا دائرہ کار بتانے کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ داعی فقط اسی ترتیب کے ساتھ دعوت کا کام کرے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ "باہر دعوت دیتے پھرتے ہو لیکن تمہارے گھر والے ابھی تک دین سے دور ہیں جاؤ پہلے صرف اپنے گھر کی حالت درست کرو پھر دوسروں کی اصلاح کرنا"

ہر داعی کو دعوت کی ترجیحات ہی سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب تک یہ لوگ مکمل طور پر ٹھیک ہو کر اس کے ساتھ مل نہیں جاتے اسے اپنے تعلیمی ادارے، دفتر، فیکٹری، ڈیپارٹمنٹ یا دوکان میں متعلقہ لوگوں کو دعوت نہیں دینا چاہئے۔ ایک معاشرے میں رہتے ہوئے ایک داعی جتنے افراد سے وابستہ ہے وہ سب اس کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔ جن افراد سے جتنی قربت ہے یا جن کے قریب جتنا زیادہ وقت گزارا جاتا ہے وہ اسی کے مطابق اس دعوت کے زیادہ حقدار ہیں اور یہ بھی فطری بات ہے کہ آدمی جن لوگوں سے محبت کرتا ہے چاہتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں خسارے سے بچیں۔ جہنم سے چھوٹ جائیں اور جنت کے حقدار ہوجائیں۔ لیکن یہ پابندی لگانا ہرگز جائز نہیں کہ جب تک فلاں دائرہ کار کے لوگ اسلام کے مطابق نہیں ہوجاتے اپنی دعوت باقی ماندہ لوگوں سے روک لی جائے۔ اور یہ بات بھی ٹھیک نہیں کہ آدمی اپنے خطے اور معاشرے کو پراگندہ حالات میں چھوڑ

چھاڑ کر دعوت دین کے نام پر دوسرے خطوں کی طرف نکل جائے۔ بلکہ اس کے بین بین یہ ہے کہ داعی اپنے خطے یا معاشرہ میں رہتے ہوئے قربت کے حوالے سے جہاں تک ممکن ہو ہر قسم کے لوگوں تک پہنچے۔

## انبیاء کی دعوت۔ مکمل دین۔ بنیاد عقیدہ

عام طور پر ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ ہم دعوت کس چیز کی دیں' دین کا کونسا جزو یا حصہ دعوت دین کے لئے سب سے موزوں اور اثر انگیز ہے۔ کس اشو Issue کو اٹھایا جائے کہ لوگ دین کی طرف متوجہ ہوں۔

یہی سوال انہیں اس بات پر مجبور کردیتا ہے کہ وہ موجودہ معاشرے کا جائزہ لیں اور دیکھیں کونسی برائی سب سے زیادہ نقصان دہ ہے اور کونسی نیکی یا اللہ کا حکم زیادہ مفید ہے۔

بس یہی سوچ اور فکر بعض اوقات ایک بہت بڑے انتشار اور فساد کی علامت بن جاتی ہے۔ ان دانشوروں میں سے کچھ کے نزدیک مریض معاشرے کا علاج صرف اسی صورت ممکن ہے کہ اسلام کو سیاسی سطح پر اقتدار اور حکمرانی حاصل ہو۔ وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں چونکہ اس وقت کوئی اسلامی حکومت برسر اقتدار نہیں ہے۔ سارا بگاڑ اسی وجہ سے ہے۔ لہٰذا اسلام کا سیاسی قوت حاصل کرنا اس دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اب اسی ایک نقطے کو مرکزیت دے کر۔ اس ایک مسئلے کو بہت بڑا اشو قرار دے کر جدوجہد شروع کی جاتی ہے۔ لوگوں کو قائل کیا جاتا ہے افراد اکٹھے ہوتے ہیں۔ کارکن تیار کئے جاتے ہیں۔ معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ دین کے ہر پہلو کی تشریح سیاسی حوالے سے کی جانے لگتی ہے۔ ہر آیت ہر حدیث سیاست کے مفہوم میں متعارف کروائی جاتی ہے حتیٰ کہ اسلام کو ایک سیاسی نظام اور انسان کی تخلیق کا مقصد واحد "حکومت الٰہیہ کا قیام" قرار دے دیا جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں دین کے باقی تمام معاملات کو ثانوی حیثیت دے کر کارکنوں کو اس سے آزاد کردیا جاتا ہے۔ عقیدہ ایک فروعی مسئلہ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمہ احکامات اور سنتیں فرقہ واریت قرار دی جاتی ہیں۔ کوئی کارکن شرک میں مبتلا ہے "کوئی مسئلہ نہیں" کوئی کارکن بدعات کا شکار ہے "سب ٹھیک ہے" تقلید فحاشی' عریانی' سنتوں سے اعراض' فرائض سے فرار' طاغوتی نظاموں کی اطاعت "سب چلتا ہے" اصل بات یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے مسائل بعد میں خود بخود حل ہوجائیں گے" اسی طرح کچھ مفکرین خیال کرتے ہیں کہ لوگ اس وقت نمازوں سے غافل ہیں۔ لہٰذا تمام لوگوں کو نمازوں کی طرف بلایا جائے اگر سب لوگ نمازی بن گئے تو پورے معاشرے کی اصلاح ہوجائے گی۔ لہٰذا صلوۃ مہم کا آغاز کردیا جائے۔ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر مسجدوں میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ نماز کے فضائل و فرائض سے آگاہ کیا جاتا ہے تاکہ رغبت ہو۔

اسی طرح کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ موجودہ دور میں پھیلنے والی عریانی و فحاشی نے اذہان کو پراگندہ اور آلودہ کیا ہوا ہے۔ جب تک اس گندگی سے نجات حاصل نہ کی جائے۔ معاشرے میں امن و سکون برپا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قتل و ڈاکے چوری و زنا کے واقعات سب اسی کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے اس کا قلع قمع ہونا چاہیے۔ فحاشی کے خلاف اشتہارات چھپتے ہیں۔ ہینڈ بلز کے ذریعے عوام الناس کو خبردار کیا جاتا ہے۔ جلسے اور جلوس نکالے جاتے ہیں اور چند دن کے لئے سینما گھروں کے سامنے کھڑے ہوکر لوگوں کو باز رہنے کے وعدے لئے جاتے ہیں۔

اسی طرح بعض نے اصلاح امت کے لئے چھ نمبر ترتیب دے لئے چند ایک مخصوص اعمال کے فضائل و مناقب بیان کرکے۔ اپنے مخصوص بزرگوں کی طرز پر انہی کی سوچ پر جماعتیں تیار کرنا شروع کردیں۔ الغرض چند یا مخصوص نیکیوں کی کوئی مہم ہو یا چند نامزد برائیوں کی سرکوبی کے لئے کوئی جدوجہد ہو۔ ان تمام کی دین میں حیثیت ایک جزو کی سی ہے۔ (بشرطیکہ یہ جزو بھی دین میں معلوم و ثابت ہو) ان جیسی تحریکوں' تنظیموں' جماعتوں یا پارٹیوں کی دعوت کو ہم انبیاء کی دعوت قرار نہیں دے سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کو اس وقت بیسیوں تنظیمیں' تحریکیں' پارٹیاں' جماعتیں' کمیٹیاں' ادارے دعوت و تبلیغ' اصلاح' فلاح و بہبود کے نام پر کام کرتے نظر آئیں گے۔ فتنۂ

خرچ کرتے ہوئے پائے جائیں گے۔ لیکن ان کی محنتوں کوششوں اور رقوم کا اثر رتی بھر اس معاشرے پر نظر نہیں آئے گا۔ کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوگی۔ سوائے اس کے کہ برائی مزید بڑھ گئی ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہوتی ہے کہ لوگ دین کے مفہوم کو سمجھے بغیر معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ کے فرامین نظر انداز کرکے لوگوں کی طبیعتوں کو نیک اور صالح دیکھنا چاہتے ہیں۔امن وسکون اور عدل و انصاف مہیا ہونے کی امید کرتے ہیں اپنے خالق کی ہدایات کو ناقابل عمل جان کر انسانوں کے معاشی معاشرتی سیاسی و دینی مسائل حل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہوسکتا اور نہ کبھی ہوا ہے کہ انسان اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر فساد فی الارض ختم کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان نے اگر زندگی کے ایک شعبے میں کچھ ترقی کی ہے تو وہ دوسرے معاملات میں برہنہ ہوگیا ہے۔ اگر کچھ مسائل حل کر سکا تو دوسری گھمبیر مشکلات میں پھنس گیا۔ پھر وہ ترقی کرنا چاہتا ہے' وہ موجودہ مسائل و مصائب سے ہر صورت نکلنا چاہتا ہے۔ ان خطرات سے لاتعلق ہوکر جو اسے مستقبل میں پیش آنے والے ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اس وقت جو مصیبتیں اس کے گلے پڑ گئی ہیں کسی طرح ان سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ اس کے لئے اپنی عقل کو کل سمجھتے ہوئے اسے رہنما بنا لیتا ہے اور بظاہر ان مسائل سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن اسے علم نہیں ہوتا کہ وہ مزید ہلاکت کے جام اپنے ہونٹوں سے لگا چکا ہے۔ جس نشے میں سکون تلاش کر رہا ہے۔ حقیقت میں اپنی تباہی Confirm کر رہا ہوتا ہے۔ وہ روٹی کے خوف سے اپنی اولاد کا قتل شروع کر دیتا ہے۔ شادی کے جھنجھٹوں سے بچنے کے لئے زنا کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔آزادی کی دیوی حاصل کرنے کے لئے اپنے رب کے احکامات سے آزاد ہونا چاہتا ہے۔ کبھی اپنے ماں باپ کے بوجھ ۔ کبھی دین و اخلاق کے اصولوں سے اور کبھی ..... اپنی زندگی کے بوجھ سے اپنے ہی ہاتھوں آزادی حاصل کر لیتا ہے۔ (جیسا کہ اس وقت یہود و نصاریٰ ہندو کمیونسٹ سیکولر اور نام نہاد مسلم معاشرے اس کی تصویر بنی کر رہے ہیں) اور حقیقتاً جب وہ اپنے غفور ورحیم رب کے احکامات سے آزادی حاصل کرتا ہے تو اسی وقت مرچکا ہوتا ہے۔ زندہ لاش کی مانند زمین کے پیٹ پر زندگی گزارتا ہے۔ پھر وہ کانوں سے اللہ کا کلام نہیں بلکہ شیطان کی آوازوں سے محظوظ

ہوتا ہے۔ ساز و آواز' سلور اور پیتل کی تاروں اور غل غپاڑے کے سہارے زندہ رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

آنکھوں سے شعائر اللہ کو نہیں بلکہ خواہش نفس سے تراشے ہوئے ناخداؤں کو دیکھتا ہے۔ آنکھوں سے شرم و حیاء کو ختم کر بیٹھتا ہے اور اپنے پرائے کی تمیز کئے بغیر جانوروں کی طرح برہنہ ہونے میں فطرت کی روشنی تلاش کرنے کی سعی کرتا ہے۔ دل کو اپنے خالق کی یاد سے نہیں..... بلکہ زر وجواہر کے انبار سے بہلانے کی جدوجہد کرتا ہے۔ ہر چیز کو مادیت کے ترازو میں تولنا چاہتا ہے وہ ہر شے کی قیمت نقدی کی صورت وصول کرنا چاہتا ہے۔

لیکن آپ چاہتے ہیں کہ ان زندہ لاشوں کی اصلاح کی جائے۔ انہیں زندہ انسانوں میں تبدیل کردیا جائے لیکن کس طرح؟ جو لاش روٹی مانگتی ہو اس کے سامنے روٹی رکھ دی جائے تاکہ اس کی سرکشی میں ٹھہراؤ آجائے۔ جو لاش نوکری مانگتی ہو اسے نوکری دے دی جائے تاکہ وہ بدمعاشی سے باز آجائے۔ جس کا جو مسئلہ ہو' حل کردیا جائے تاکہ اس قبرستان کو شہر میں تبدیل کیا جا سکے نہیں... نہیں... یہ جدوجہد ہزاروں سال بھی جاری رہے۔ اصلاح تو دور کی بات بگڑی ہوئی حالت میں ٹھہراؤ بھی پیدا نہیں کیا جا سکتا۔

انسان کو پیدا کرنے والا اس کی پرورش کرنے والا' اس کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہمیں بتاتا ہے کہ انسانوں کی سرکشی پر کس طرح قابو پایا جا سکتا ہے۔ معاشرون کی اصلاح کس طرح ممکن ہے۔ انسان کس طرح اس دنیا میں بھی اور آخرت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ کس طرح ان مردہ دلوں میں جان ڈالی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے آیئے قرآن مجید کا مطالعہ کریں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعوتوں اور اصلاح کے فارمولوں کا جائزہ لیں۔ اللہ کی دی ہوئی پالیسی اور پلاننگ پر عمل در آمد کریں۔

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا | اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ خدا ہی کی عبادت |
| أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ | کرنا اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔ (سورۃ النحل) |
| وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ | اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (تو انہوں نے ان سے کہا) |

| | |
|---|---|
| نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۲۵﴾ | میں تم کو کھول کھول کر ڈر سنانے (اور یہ پیغام پہنچانے) آیا ہوں ﴿۲۵﴾ |
| أَن لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ | کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ مجھے تمہاری نسبت |
| عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿۲۶﴾ ھود | عذاب الیم خوف ہے ﴿۲۶﴾ |
| مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ | میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اسکے جس کا تو نے مجھے |
| اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ المائدۃ | حکم دیا ہے وہ یہ کہ تم خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا |
| | پروردگار ہے۔ |
| هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا | یہ (قرآن) لوگوں کے نام (خدا کا پیغام) ہے تاکہ ان کو اس سے |
| هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ابراھیم | ڈرایا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں ﴿۵۲﴾ |
| وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي | اور خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ۔ میں اس کی طرف |
| لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۵۱﴾ الذٰریات | سے تم کو صریح رستہ بتانے والا ہوں ﴿۵۱﴾ |
| وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ | اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی |
| إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا | وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی |
| فَاعْبُدُونِ ﴿۲۵﴾ الانبیاء | عبادت کرو ﴿۲۵﴾ |

یعنی ہر دور میں انبیاء کی دعوت یہی رہی ہے کہ بنی آدم کو شرک کے ضلالتوں سے نکالا جائے طاغوت کی حکمرانی سے نجات دلائی جائے اور اسے اللہ کی ذات و صفات اور جمالات و کمالات سے متعارف کروایا جائے۔

اس دنیا کا سب سے بڑا فساد اللہ کے ساتھ شرک ہے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو اور اللہ اس بات کو کبھی گوارہ نہیں کرتا کہ مخلوق اس کے ساتھ کسی دوسری یا اپنے جیسی مخلوق کو شریک کرے۔ اور یہ شرک ہی وہ اصل بیماری ہے جو انسان کے دین و مذہب کو بگاڑ ڈالتی ہے۔

اس کا ایمان' اس کا ایک رب کے ساتھ تعلق کمزور کرکے دوسری بے شمار مجبور و مقہور' کمزور و ناتواں مخلوق کے ساتھ جوڑ دیتی ہے۔ شرک اطاعت کے مفہوم کو تقسیم

کر دیتا ہے جو بالآخر اللہ کی بغاوت پر منتج ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی بنیادی گھمبیر مسئلے کا حل انبیاء کی صورت میں ہر دور کے انسانوں کے لئے پیش کیا جاتا رہا ہے جب ایک اللہ کی طرف دعوت دی جاتی تو اس کے ساتھ ساتھ اس دور کے طاغوت کی نفی بھی کی جاتی

**فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللّٰہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی**

لہٰذا کسی دور یا خطے کے نبی یا رسول کی دعوت توحید سے خالی نہیں رہی ہے۔ یہ معاملہ ازل سے ہے اور رہتی دنیا تک رہے گا۔ اگر توحید خالص کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ پورے کا پورا دین دراصل اسی توحید کے مرکز پر گھومتا ہے۔ اس مرکز سے جدائی انتشار، ذلت اور فساد ہے۔ جبکہ اس مرکز سے مضبوط استواری قوت و طاقت، عزت و رفعت اور امن و فلاح کی ذمہ دار ہے۔ توحید خالص کی تشریح انبیاء کرام کی دعوتوں سے بہتر کسی کی زبان نہیں کر سکتی اسی توحید کے مفہوم کو مزید واضح کر کے اللہ انسان کو اپنی عبادت کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ دیکھ اے انسان! جب میں تمہارا خالق تمہارا مالک تمہارا رب اور حاکم ہوں تو پھر عبادت کا حق بھی صرف مجھے دو۔ اور یہ عبادت کیا ہے اس کے لئے انبیاء کرام کی نصیحتوں اور ان کے فرمودات و ارشادات پر عمل پیرا ہوا جائے اور وہ جو کچھ تمہیں دے دیں اسے لے لیا جائے اور جس سے وہ منع کر دیں اس سے ہاتھ کھینچ لیا جائے اور انبیاء علیہم السلام اسی بات کی طرف بلاتے ہیں کہ جس کی انہیں وحی کی گئی ہے۔

حضرات انبیاء کو بھی اسی بات کا حکم دیا جاتا رہا ہے کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل کیا جا رہا ہے صرف اسی کی دعوت دی جائے باقی ہر چیز کو چھوڑ دیا جائے۔

**قل انما انذرکم بالوحی**

کہہ دو کہ میں تم کو وحی کے مطابق نصیحت کرتا ہوں

| | |
|---|---|
| وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝٢٧ سورۃ الکہف | اور اپنے پروردگار کی کتاب کو جو تمہارے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کرو۔ اُس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور اُس کے سوا تم کہیں پناہ بھی نہیں پاؤ گے ۝٢٧ |
| قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ | کہ تم نے (اپنی طرف سے) کیوں نہیں بنا لی کہہ دو کہ میں تو اسی حکم کی پیروی کرتا ہوں |

جو تیرے پروردگار کی طرف سے تیرے پاس آتا ہے

| | |
|---|---|
| اتَّبِعْ مَآ أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ لَآ | اور جو حکم تمہارے پروردگار کیطرف سے تمہارے پاس آتا ہو اسی کی پیروی کرو |
| إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٦﴾ | اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور مشرکوں سے کنارہ کرو (١٠٦) |
| وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنٰكَ | اور اگر خدا چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ اور (اے پیغمبر) ہم نے تم کو |
| عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿١٠٧﴾ | ان پر نگہبان مقرر نہیں کیا۔ اور نہ تم ان کے داروغہ ہو (١٠٧) الانعام |
| وَاتَّبِعْ مَا يُوحٰىٓ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ | اور جو کتاب (تم کو) تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کیجاتی ہے |
| إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٢﴾ | اسی کی پیروی کئے جانا بیشک خدا تمہارے سب عملوں سے خبردار ہے (٢) الاحزاب |
| اتَّبِعُوا مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ | (لوگو) جو کتاب تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوئی |
| وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ | ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی |
| قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾ الاعراف | نہ کرو (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو (٣) |
| وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ وَلَا | اور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو (حکم) خدا نے نازل فرمایا ہے |
| تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن | اسی کے مطابق انہیں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ |
| يَفْتِنُوكَ عَنۢ بَعْضِ مَآ أَنزَلَ اللّٰهُ | کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو خدا نے تم پر نازل فرمایا ہے |
| إِلَيْكَ فَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ | یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔ اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ خدا چاہتا ہے |
| اللّٰهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ | کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے |
| وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُونَ ﴿٤٩﴾ | اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں (٤٩) المائدة |
| وَهٰذَا كِتٰبٌ أَنزَلْنٰهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ | اور (اے کفر کرنے والو) یہ کتاب بھی ہمیں نے اتاری ہے برکت والی |
| وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾ الانعام | تو اس کی پیروی کرو اور (خدا سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے (١٥٥) |

بینہ اس دور میں بھی داعیان دین کو انبیاء کے منہج اور طریق پر کام کرنے کے لئے اسی اصول کو اپنانا ہوگا جس کا بار بار انبیاء کو حکم دیا جاتا رہا ہے۔ ورنہ یہ دعوت' دعوت دین نہ ہوگی بلکہ خواہشات کی دعوت ہوگی۔ جیسا کہ بہت سے لوگ اس اصول سے ناواقفیت یا جہالت کی بناء پر ایسا کر رہے ہیں وہ بظاہر اللہ کے دین کا کام کر رہے ہوتے

ہیں لیکن لوگوں کو اپنی تنظیم' اپنے قائد یا کسی خاص شخصیت کی طرف دعوت دے رہے ہوتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنی تنظیم کی شہرت کے ذریعے لوگوں کو قائل کیا جائے تحریک کی کارکردگی سے لوگوں کو متاثر کیا جائے۔ اپنی جماعت کی اکثریت کا رعب ڈالا جائے۔ اپنے لیڈر قائد یا کسی خاص زندہ یا مردہ شخصیت کے فضائل و برکات سے لوگوں کو حیران کیا جائے۔ اس کے فکر و نظریات کی تشریح کی جائے اس کی ذہانت و متانت کو بیان کیا جائے تاکہ لوگ دین کی طرف راغب ہو سکیں۔ یہ خیال ایک بہت بڑا دھوکہ ہے اور دعوت کی ناکامیوں میں سے ایک بہت بڑی ناکامی ہے۔ دیکھئے صرف ایک اللہ کے دین اور اس کے راستے کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

ادع الی سبیل ربک

اپنے رب کے راستے کی طرف بلایئے۔

وَادْعُ إِلَىٰ (سورہ الحج) — اور تم (لوگوں) کو
رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾ — اپنے پروردگار کی طرف بلاتے رہو بیشک تم سیدھے رستے پر ہو ﴿٦٧﴾

قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ — کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے میں خدا کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان)
عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ — سمجھ بوجھ کر میں بھی (لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی
اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٨﴾ سورہ یوسف — اور خدا پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ﴿١٠٨﴾

وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾ — اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن ﴿٤٦﴾ الاحزاب

فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۖ — تو (اے محمد) اسی (دین) کی طرف (لوگوں کو) بلاتے رہنا اور جیسا
وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا — تم کو حکم ہوا ہے اسی پر قائم رہنا۔ اور انکی خواہشوں کی پیروی
أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ — نہ کرنا۔ اور کہہ دو کہ جو کتاب خدا نے نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان
بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَا أَعْمَالُنَا — رکھتا ہوں۔ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم میں انصاف کروں۔ خدا
وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا — ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے ہم کو ہمارے اعمال (کا بدلہ ملے گا)
وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ — اور تم کو تمہارے اعمال (کا) ہم میں اور تم میں کچھ بحث و تکرار نہیں
الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾ الشوریٰ — خدا ہم (سب) کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿١٥﴾

| | |
|---|---|
| يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٣١ | اے قوم! خدا کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ خدا تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا ۝٣١ |
| وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءُ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٣٢ سورۃ الاحقاف | اور جو شخص خدا کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں خدا کو عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں ۝٣٢ |

کچھ لوگ اس بارے میں دلائل دیتے ہیں کہ اگر صرف اللہ کی طرف دعوت دیں تو لوگ ہماری باتوں کو توجہ سے نہیں سنتے وہ ان باتوں سے بور ہوتے ہیں اور ان باتوں کو عجیب سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس دعوت میں کشش پیدا کرنے کے لئے لوگوں کے رجحانات کے مطابق اگر تحریک یا تنظیم یا لیڈر یا کسی میدان میں اپنی کارکردگی کی طرف دعوت دی جائے تو اس سے بہتر نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے۔ وقتی طور پر اگر اس سے کچھ نتائج حاصل ہو بھی جائیں تو یہ کام کوئی پائیدار نہیں ہے۔ اول تو اللہ کے حکم کے خلاف انبیاء کے طریق سے ہٹ کر ہے جس کی بنا پر اللہ کی مدد ہمراہ نہیں ہوگی اور برکت نہیں ہوگی۔

دوم جو شخص آپ کی جن باتوں کو پسند کرکے آپ کے ساتھ شامل ہوا ہے وہ صرف اسی کو دیکھنا چاہے گا۔ اسی کو سننا پسند کرے گا۔ دوسری باتیں (اللہ کا دین) اس کے لئے نوالہ تر ثابت نہ ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ اللہ کی اطاعت اور عبادت سے دور بھاگتے ہیں کیونکہ وہ اس بنیاد پر تو شامل نہیں ہوئے تھے۔

انبیاء کا طریقہ کار یہی رہا کہ وہ سب سے پہلے شرک کی بیخ کنی کرتے۔ عقیدہ توحید راسخ کرتے اس کے بعد دوسری برائیوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہوئے جو لوگ اس کو صدق دل اور خلوص نیت سے قبول کر لیتے وہی ان کے جانثار ساتھی یا صحابی کہلاتے۔

اگر کوئی شخص اللہ کی اطاعت تو قبول نہ کرے۔ لیکن ہماری تنظیم یا تحریک کے انتظامی کام دوڑ دوڑ کر کرے۔ اس کے لئے خطیر رقم خرچ کرے۔ یا وقت کی قربانی دے۔ ہم

عرض کئے دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کر رہا ہے۔ کیونکہ اس کی قربانی اسے آخرت میں ذلت سے نہیں بچا سکتی۔ ایسے غیر نظریاتی لوگ کبھی ابتلاء و آزمائش کے موقع پر ٹھہرا نہیں کرتے۔ لہٰذا داعی کو چاہئے کہ صرف اللہ کے دین کی بنیاد پر دعوت پیش کرے۔ اسی بنیاد پر لوگوں کو جمع کرے اور جماعت تیار کرے۔ اس کے علاوہ تمام بنیادوں کو ٹھکرا دے۔

## ایک اور غلط فہمی۔ زیادہ سے زیادہ افراد اکٹھے کئے جائیں

اس کے علاوہ آج کل ایک بیماری بہت عام ہے جس بنا پر داعیان اصل دعوت چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب کچھ داعیان دعوت الی اللہ کا کام شروع کرتے ہیں تو ابتدائی ناکامیوں یا مشکلات سے گھبرا اٹھتے ہیں۔ افراد کی قلت ان کے ذہنوں پر شرمندگی بن کر سوار ہوجاتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اس خفت کو مٹایا جائے۔ اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اکٹھا کیا جائے۔ قلیل تعداد ان کے ہاں کامیابی یا ناکامی متصور ہونے لگتی ہے پھر وہ دعوت کے اصل موضوع سے ہٹ کر اکثریت کی حمایت حاصل کرنے کے چکر میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔

وہ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ اگر خالص ایک اللہ کی طرف دعوت دی گئی اور موجودہ طاغوتی و کفریہ نظاموں کا رد کیا گیا تو بہت کم لوگ ہیں۔ جو اس دعوت کا جواب دیں۔ اور اس پر لبیک کہیں۔ لہٰذا وہ اس دعوت میں ترمیم کر لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ طاغوتی نظاموں سے مل کر یا اپنے زعم میں انہیں استعمال کرکے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دین کا ہمنوا بنا لیا جائے۔ دراصل یہ سوچ مغربی اور باطل نظاموں سے مرعوب ہونے کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کے دین کے بارے میں معمولی یا نامکمل معلومات کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اکثریت یا اقلیت کی بنا پر کامیابی یا ناکامی کا معیار مغرب کے جہلا مقرر کرتے ہیں۔ کہ جو دنیا میں بڑے بڑے ناموں سے معروف ہیں۔ لیکن انبیاء کی زندگیاں اس قسم کے مصنوعی یا غیر فطری معیاروں سے ہمیشہ پاک و صاف رہی

ہیں۔ ان کا مقصود لوگوں کی اکثریت جمع کرنا نہیں تھا۔ ان کا ہدف صرف اور صرف یہ تھا کہ جو کچھ ان کے رب کی طرف سے ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ اسے پورے حق کے ساتھ اس طرح واضح کردیا جائے کہ اس بارے میں کوئی تشنگی باقی نہ رہے۔ اگر انبیاء بھی عصر حاضر کے دینی ٹھیکیداروں کی طرح یہی رویہ اختیار کرتے تو انہیں کبھی بھی معاشرے کی طرف سے ایک لفظ بھی نفرت کا نہ سننا پڑتا انہیں آروں سے نہ چیرا جاتا ان کے جسموں کو لوہے کی کنگھیوں سے نہ چھیلا جاتا جبکہ اس کے مقابلے میں انہیں یہ پیش کش کی جاتی رہی کہ اگر وہ اس اصولی اور دوٹوک دعوت میں لچک پیدا کرلیں تو ان پر انعام واکرام کی بارش کی جائے گی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اس پر شاہد ہے۔

ہر داعی میں یہ تڑپ اور تحریک ضرور ہونی چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ افراد تک رسائی حاصل کرے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دعوت حق سے روشناس کروا کر مضبوط سے مضبوط جماعت تیار کرے لیکن اس کام کے لئے ایسے نظاموں کو نظریاتی طور پر یا فعلاً اختیار کرنا قطعی جائز نہیں ہے۔ جو اللہ کے احکامات سے کسی بھی طور متصادم ہوں۔ جیسا کہ بیان کی گئی آیات سے ظاہر ہے۔

دعوت حق کے لئے ان جاھلی نظاموں کو اختیار کرنا دور کی بات ہمیں تو اس بات سے بھی روک دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلیں ان کی آرزوؤں کے مطابق دعوت دین میں تبدیلی یا اضافہ کریں یا ترمیم ہی کی جراءت کریں۔

**فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولاتتبع اھواء ھم عما جاء ک من الحق**

جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ (المائدہ ۴۸)

ہمارا کام فقط یہ ہے کہ ہم حق کے ساتھ واضح کردیں۔

وما علینا الا البلاغ

ہمارے ذمہ صرف پہنچادینا ہے

# علم دین --- بنیادی عنصر

دعوت دین اسلام کے بنیادی تقاضوں میں ایک نہایت اہم تقاضا' مطالبہ اور فریضہ ہے۔ اس کی خواہش رکھنا۔ اس فریضے کی ادائیگی کے لئے کوشش کرنا نیک عمل ہے۔ لیکن اسے صرف خواہشات اور جذبات کے زور پر ادا نہیں کیا جاسکتا جب تک اس بارے میں مناسب علم حاصل نہ کر لیا جائے۔ کیونکہ علم کے بغیر تو دنیا کے کسی شعبے کی طرف رہنمائی نہیں کی جا سکتی چہ جائیکہ دین جو پوری زندگی پر محیط ہے' کو ہم بنا علم یعنی جہالت کے ساتھ پیش کرتے پھریں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ علم کتنا ہو۔ اس کی حدود یا نصاب کیا ہے کہ جس کے بعد دعوت دین جیسا عظیم عمل شروع کیا جا سکے۔

اس بارے میں آیت ملاحظہ ہو

**فاعلم انه لا اله الا الله**

پس اس بات کا علم حاصل کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (سورہ محمدؐ)

یعنی اللہ کی توحید کا علم بنیادی عنصر ہے اس کے بغیر اسلام میں داخلہ نہیں ملتا دعوت تو اس کے بعد کا عمل ہے۔ داعی کے لئے توحید کا مکمل علم ہونا ضروری ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ ساتھ توحید کے دلائل قرآن و سنت سے یاد کر لئے جائیں یا ان کا مفہوم حوالوں کے ساتھ ذہن نشین ہو تو یہ زیادہ مناسب بات ہے۔ کیونکہ رسول ﷺ نے فرمایا

**بلغو عنی ولو آیۃ** میری طرف سے لوگوں کو پہنچادو چاہے تمہیں ایک آیت ہی ملے۔

یعنی اگر کسی کے پاس ایک آیت کا علم بھی ہو تو اس کے ذمہ ہے کہ لوگوں کو اس سے آگاہ کرے۔ اور اس کا شمار داعیان میں کیا جائے گا۔ لیکن آیت یا حدیث تو پلے ہو نہ اور ساری دنیا کو مسلمان کرنے کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہو۔ بوریا بسترا سر پر رکھے گلی گلی نگر نگر تبلیغ کرتا پھرے اور اگر کوئی بھلا مانس پوچھ لے کہ "حضرت جی یہ جو باتیں آپ دین بنا بنا کر پیش کر رہے ہیں اس کا کوئی ثبوت یا حوالہ (قرآن و حدیث کی شکل میں) آپ کے پاس موجود ہے۔ یا اگر آپ کو یاد نہیں ہے تو کیا آپ اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ یہ بات اللہ کا کلام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یا

اس کا مفہوم ہے" اب وہ حضرت جی کہیں کہ مجھے تو علم نہیں ہم تو ایسے ہی سنتے آئے ہیں بزرگ یہی فرمایا کرتے تھے اب آپ بتائیے اس مشکوک دعوت کا اثر کتنے لوگ قبول کریں گے جب بات ہی تصدیق شدہ نہ ہو تو صرف داعی کے خلوص پر اعتماد کر کے آنکھیں بند کر کے۔ جہالت کے دریا میں اترا نہیں جا سکتا اور نہ اپنی دنیا و آخرت کی کشتی کو ڈبویا جا سکتا ہے اور اگر کچھ لوگ ان کچی باتوں پر اعتبار کر کے ان کا خلوص دیکھ کر شامل ہو جائیں یا ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑیں تو وہ ساری زندگی "کچے" ہی رہتے ہیں اور ان کے ایمان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اگر انہیں کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو ان کا مشکوک ایمان انہیں نکلنے نہیں دیتا۔ اعتماد نہیں ہوتا۔ ایمان کی نہ ہونے کی شکایت کرتے رہتے ہیں اور اگر لوگوں کو اپنی دعوت پر اعتماد ہو کہ

یہ واقعی حق ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے تو معاملہ صحابی رسول ﷺ کی مانند ہوتا ہے کہ کھجوریں کھا رہے ہیں غزوہ جاری ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے بارے میں سنتے ہیں۔ آپ نے جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا شدو۔ چڑھ دوڑو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے ان سے جو آدمی بھی ڈٹ کر ثواب سمجھ کر، آگے بڑھ کر اور پیچھے نہ ہٹ کر لڑے گا اور مارا جائے گا اللہ اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا۔

آپ نے قتل پر ابھارتے ہوئے یہ بھی فرمایا اس جنت کی طرف اٹھو جس کی پہنائیاں آسمان و زمین کے برابر ہیں۔ (آپ کی یہ بات سن کر) عمیر بن حمام نے کہا بہت خوب، بہت خوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بہت خوب بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو انہوں نے کہا اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ مجھے توقع ہے کہ میں بھی اسی جنت والوں میں سے ہوں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی اسی جنت والوں میں سے ہو۔ اس کے بعد وہ اپنی توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے پھر بولے۔ اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی یہ کھجوریں کھالوں تو یہ بہت لمبی زندگی ہو جائے گی چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں انہیں پھینک دیا۔ پھر مشرکین سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ (مسلم)

انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر اعتماد ہے آپ کی بات دلیل ہے جس پر آنکھیں بند کرکے جان تک قربان کی جاسکتی ہے لیکن ان قصے کہانیوں' موضوع روایات یا زبان زد عام باتوں پر اعتماد کرکے جان تو کیا..... حمایت بھی نہیں کی جاسکتی بلکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے کہ جو دعوت دین کے نام پر پھیلایا جا رہا ہے۔ لہٰذا داعی الی الحق کے لئے لازم ہے کہ وہ دعوت دین کے ساتھ ساتھ حتی المقدور علم کے حصول کی طرف توجہ کرے کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

انما یخشی اللہ من (فاطر ۲۸)

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا

**من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین** (بخاری و مسلم)

جس شخص کو اللہ تعالی خیر سے نوازنا چاہتا ہے اسے اپنے دین کا علم فہم دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر کرے تو اللہ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کردے گا۔ اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں اکٹھے ہوکر اللہ کی کتاب پڑھتے اور اس پر بحث و گفتگو کرتے ہیں' ان پر اللہ تعالی کی طرف سے ایمانی سکون نازل ہوتا ہے۔ رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے۔ فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالی ان لوگوں کا ذکر اپنے فرشتوں کی مجلس میں فرماتے ہیں اور جس کو اس کے عمل نے پیچھے ہٹا دیا اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔ (مسلم)

عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد "مسجد نبوی" میں آئے۔ دو جماعتیں وہاں بیٹھی تھیں۔ (ایک جماعت ذکر و تسبیح میں مشغول تھی اور دوسری جماعت کے لوگ دین سیکھنے سکھانے میں لگے ہوئے تھے)

آپ نے فرمایا دونوں جماعتیں نیک کام میں لگی ہوئی ہیں لیکن ان میں سے ایک جماعت دوسری جماعت سے افضل ہے۔ یہ لوگ تو ذکر الٰہی اور دعا و استغفار میں لگے ہوئے ہیں اللہ چاہے گا تو انہیں دے' اور نہ چاہے تو نہیں دے گا۔ رہی یہ دوسری جماعت تو یہ لوگ علم دین سیکھنے سکھانے میں لگے ہوئے ہیں اور مجھے معلم (علم سکھانے

ڈالا) ہی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یہ کہہ کر آپ اسی جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے۔ (مسلم)

انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں (فاطر ۲۸)

☆

# کردار کی قوت

کردار کی قوت وہ کام کرجاتی ہے جو دھواں دھار تقریریں' پر کشش تحریریں اور اعلیٰ وسائل و ذرائع بھی نہیں کر سکتے۔ اس کا اندازہ حضرات انبیاء کرامؑ کی مقدس زندگیوں سے لگایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کونسا ایسا پہلو ہے جو اس قوت سے قوی نظر نہ آتا ہو۔ بے شمار واقعات ہیں کہ جہاں دشمن ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہے۔ مخالفتوں کے طوفان کھڑا کرنے والے' قتل کی سازشیں کرنے والا کوڑا پھینکنے والی عورتیں اور راستوں میں کانٹے بچھانے والے حضرات مسخر ہو چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ' قول و فعل میں موافقت و مطابقت اعلیٰ وبالا انسانی فطری اور دینی صفاتی قوتوں نے جاہل اور بے شعور انسانوں کے دلوں کو موڑ کر رکھ دیا انہیں اپنی حرکتوں اور کرتوتوں کے بارے میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا۔ آج دعوت کے اس پہلو کو تقریباً نظر انداز کردیا گیا ہے۔ آج اگر لوگ دعوت حق قبول کرتے ہیں تو وہ داعیان کے کردار و عمل سے متاثر ہو کر نہیں کرتے وہ کسی شخصیت میں اسلام کی جھلک دیکھ کر ایسا نہیں کرتے بلکہ خالص قرآن و سنت میں بذات خود اتنی طاقت موجود ہے کہ یہ قلب منیب کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ لوگوں کو قائل کرتی ہے اس کے دلائل۔ سوالات و جوابات امثال و قصائص ایک محرک کی حیثیت سے لوگوں کے دلوں میں اترتے ہیں۔ اور ہمارے داعیان اپنی ساری توجہ صرف اور صرف دلائل اکٹھے کرنے میں صرف کردیتے ہیں لیکن اپنا کردار نظر انداز کردیا جاتا ہے۔

مجھے جواب دیا جائے کہ ہم کتنے انسانوں کو اپنی سچائی سے متاثر کرکے دین حق کی طرف راغب کرتے ہیں کتنے لوگوں کو اخلاق حسنہ سے مسحور کرکے قرآن و حدیث کا

سبق پڑھاتے ہیں؟ کتنے افراد ہماری امانت و دیانت' ایفائے وعدہ' لین دین' انسانی حقوق کی ادائیگی میں اعلیٰ کارکردگی دیکھ کر اسلام سے محبت کرنے لگتے ہیں؟

میں یہ کہتا ہوں کہ لوگ آپ کی دعوت سے متفق ہوں یا نہ ہوں۔ وہ آپ کے قرآن و حدیث کے دلائل تسلیم کریں یا نہ کریں۔ لیکن وہ ایک بات ضرور تسلیم کرتے ہوں کہ کچھ بھی ہو یہ دین کی دعوت دینے والے کردار کے کھوٹے نہیں ہیں۔ بلکہ سچے اور کھرے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور آگ میں پھینک دیا جائے گا تو اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی۔ پھر اسے آگ میں اسی طرح لئے پھرے گا جیسے گدھا اپنی چکی میں پھرتا ہے' تو دوسرے جہنمی لوگ اس کے پاس کھڑے ہوں گے اور پوچھیں گے' اے فلاں یہ تیرا کیا حال ہے کیا تم ہمیں نیکیوں کی تلقین نہیں کرتے تھے اور برائیوں سے نہیں روکتے تھے؟

وہ شخص کہے گا کہ میں تمہیں تو نیکیوں کی تلقین کرتا تھا اور خود اس کے قریب نہیں جاتا تھا تم کو برائیوں سے روکتا تھا پر خود کرتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"میں نے معراج کی رات کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ "یہ کون لوگ ہیں"؟ جبرائیل علیہ اسلام نے کہا کہ "یہ آپ کی امت کے مقررین ہیں یہ لوگوں کو نیکی اور تقوی کی تلقین کرتے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔ (مشکوۃ)

حرملہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے کن باتوں پر عمل کی تلقین فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نیکی پر عمل کر اور برائی سے بچ اور دیکھ اگر تو پسند کرتا ہے کہ لوگ مجلس سے تیرے اٹھ کر چلے جانے کے بعد تجھے اچھے اوصاف سے یاد کریں تو اپنے اندر اچھے اوصاف پیدا کر (بخاری)

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ
أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۚ
أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۴۴﴾

کیا تم لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ (البقرہ ۴۴)

اسی طرح شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا

وَمَآ أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلٰى مَآ
أَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا
الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِىٓ
إِلَّا بِاللّٰهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ
أُنِيبُ ﴿۸۸﴾ (ھود ۸۸)

جن بری باتوں سے میں تمہیں منع کرتا ہوں ان کو بڑھ کر میں خود کرنے لگوں میری نیت یہ نہیں (بلکہ میں تو ان سے بہت دور رہوں گا تم میرے قول اور عمل میں تضاد نہ دیکھو گے)

## اللہ سے رابطہ و تعلق۔ ایک ضروری شرط

جن لوگوں نے دعوت و اصلاح کا کام کرنا ہو بگڑے ہوئے معاشرے کو سدھارنا ہو۔ انسانیت کو گھٹیا ترین تہذیبوں' باطل نظاموں' پر فریب معیشت کے اصولوں سے نجات دلانا ہو' بھولی ہوئی عوام کو اللہ رب العالمین کی ذات وصفات اور عبادت و اطاعت سے روشناس کرانا ہو۔ آخرت اور روز قیامت کے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ کرنا ہو اللہ کا خوف' رجوع' توبہ' محبت دلوں میں اجاگر کرنا ہو اور بالاخر ایک صالح و عادل و محسن معاشرہ تشکیل دیتے ہوئے انسانوں کو جہنم کی ذلیل اور دکھ دینے والی آگ سے بچا کر عزت و فلاح کے مقام کا حقدار بنانا ہو تو ایسے عظیم افراد کے لئے از بس ضروری ہے کہ ان کا تعلق اللہ سے نہایت مضبوط ہو۔

جب اللہ کا کام۔ اللہ کے حکم پر اللہ کے رسول کی سنت پر کیا جاتا ہو تو پھر اللہ کی مدد و نصرت کا ہونا یقینی امر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعوت و تبلیغ کی اعلیٰ اور ثقیل ذمہ داری کی تیاری کے لئے پہلی تربیت گاہ "قیام اللیل" مقرر کی گئی۔ رات کی تاریکیوں میں جب ساری دنیا محو خواب ہو' جسم دن بھر کے کاموں سے تھک کر چور ہو چکا ہو' آرام کے چند لمحوں کو بھی اللہ کے لئے قربان کر دینا۔ دعوتی ذمہ داریوں کی اہمیت اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اللہ کی آیات لوگوں کے کانوں سے ٹکرا دینا اتنا بڑا معرکہ نہیں جتنا کہ اس دعوت کے نتیجے میں آنے والی مشکلات و مصائب کا پامردی سے مقابلہ کرنا' موقف پر ڈٹے رہنا بلکہ بتدریج اس کی شدت تیز کرتے جانا' صبر آزما اور تکلف وہ بات ہے لہٰذا اللہ سے رابطہ و تعلق ایک ضروری شرط ہے تاکہ یہ صفات پیدا ہوں گے۔ اس لئے فرمایا

**یاایھا المزمل** اے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو

| | |
|---|---|
| قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲﴾ | رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات ﴿۲﴾ |
| نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿۳﴾ | یعنی نصف رات یا اس سے کچھ کم ﴿۳﴾ |
| اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿۴﴾ | یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو ﴿۴﴾ |
| اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ | ہم عنقریب تم پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے ﴿۵﴾ |
| اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ﴿۶﴾ | کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہیمی کو) سخت پامال کرتا ہے اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے ﴿۶﴾ |
| اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ﴿۷﴾ | دن کے وقت تو تمہیں اور بہت سے شغل ہوتے ہیں ﴿۷﴾ |
| وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿۸﴾ | تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ ﴿۸﴾ |
| رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ | (وہی) مشرق اور مغرب کا مالک (ہے اور) اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ ﴿۹﴾ |
| وَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ | اور جو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں ان کو سہتے رہو اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو ﴿۱۰﴾ |

| | |
|---|---|
| يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ① | اے (محمدؐ) جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو ① |
| قُمْ فَأَنذِرْ ② | اٹھو اور ہدایت کر دو ② |
| وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ | اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو ③ |
| وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ | اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو ④ |
| وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ ⑤ | اور ناپاکی سے دور رہو ⑤ |
| وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ⑥ | اور (اس نیت سے) احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو ⑥ |
| وَلِرَبِّكَ فَٱصْبِرْ ⑦ | اور اپنے پروردگار کے لئے صبر کرو ⑦ |

دونوں آیات پر غور کیجئے کہ بات دعوتی پروگرام سے شروع ہو کر صبر کے اوامر پر اختتام پذیر ہوتی ہے اور اس کے درمیان میں ۔ اللہ سے راتوں کو رابطہ' قیام اللیل' ذکر و اذکار' رب کی بڑائی' قرآن کی ترتیل و تعمیل' برائیوں سے نفرت اور نیکیوں کی رغبت اور نوافل و پسندیدہ اعمال کی زیادتی پر زور دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دعوتی پروگرام شروع کر دیا گیا لیکن مندرجہ بالا امور جس سے اللہ کے ساتھ رابطہ مضبوط اور اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے' کو نظر انداز کر دیا گیا تو پھر آنے والے وقتوں میں صبر واستقامت کی ضروری قوت وطاقت پیدا نہ ہو سکے گی۔ جو کہ دعوت اور داعی دونوں کے لئے شدید نقصان دہ ہے۔ (اللہ محفوظ فرمائے۔ آمین) للذا صبح وشام کے اذکار' تہجد و اشراق کی نمازیں' اخلاق حسنہ اور حقوق العباد' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر عمل کی کوشش' فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ داعی کا بہترین ہتھیار ہے۔

## محنت کا ایوارڈ صرف اللہ سے

انبیاء علیہم السلام مخلوق کے سامنے دعوت پیش کرتے ہوئے یہ بات واضح کر دیتے تھے کہ ہم اس ذمہ داری کے بدلے میں تم سے کوئی منفعت نہیں چاہتے بلکہ یہ کام تو اللہ کے حکم سے کر رہے ہیں اور وہی ہمارا آجر ہے۔

| | |
|---|---|
| وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ﴿١٠٤﴾ سورہ یوسف | اور تم ان سے اس (خیر خواہی) کا کچھ صلہ بھی تو نہیں مانگتے یہ (قرآن) اور کچھ نہیں تمام عالم کے لئے نصیحت ہے ﴿١٠٤﴾ |
| وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿١٠٩﴾ | اور میں اس کام کا تم سے صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو خدائے رب العالمین ہی پر ہے ﴿١٠٩﴾ الشعراء |

لہٰذا داعی الی اللہ کو ہمہ وقت یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس دعوت حق کے بدلے اسے لوگوں سے کچھ وصول نہیں کرنا۔ کسی قسم کی ذاتی غرض لالچ یا طمع یا مادیت کا حصول اس کے پیش نظر نہ رہے۔ بلکہ وہ خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے اور صرف اسی سے اجر حاصل کرنے کی نیت سے خالص ہو کر بے لوث خدمت کرتا رہے۔ اس کا یہی عمل اس کی دعوتی تاثیر کے لئے بھی ان شاء اللہ مفید ثابت ہو گا۔ کیونکہ یہ بات بہر حال اثر رکھتی ہے کہ سننے والے یہ خیال کریں کہ اس شخص کو ہم سے کوئی مادی غرض نہیں۔ داعی کی بے غرضی دلوں کو گرما دینے کے لئے بہت موثر ثابت ہوتی ہے۔

## بھلائی کا حریص بن کر دعوت دی جائے

داعی الی اللہ صرف اور صرف انسانوں کی دنیا و آخرت میں بھلائی کے جذبے کے تحت کام کرے بلکہ اپنے عمل سے یہ بات ثابت کردے کہ وہ ان کا سچا خیر خواہ ہے اور انہیں آخرت میں جہنم کے عذاب سے نجات دلانا چاہتا ہے۔

صالح علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں۔

وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النّٰصِحِينَ

اور کہا کہ اے میری قوم! میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کی مگر تم (ایسے ہو کہ) خیر خواہوں کو دوست ہی نہیں رکھتے۔ (الاعراف)

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ
أَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى
عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾

تو شعیب ان میں سے نکل آئے اور کہا کہ بھائیو میں نے تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کی تھی تو میں کافروں پر (عذاب نازل ہونے سے) رنج و غم کیوں کروں؟ (الاعراف)

ھود علیہ السلام اپنی امت سے گویا ہیں۔

اے میری امت کے لوگو! میں بیوقوف نہیں بلکہ میں تو پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں تمہارا نہایت مخلص دیانت دار اور خیرخواہ ہوں۔ (اعراف)

نوح علیہ السلام اپنی قوم سے خطاب فرماتے ہیں

اے میری قوم میں بہکا ہوا نہیں ہوں بلکہ اپنے رب العالمین کا بھیجا ہوا ہوں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ (الاعراف)

اسی طرح رسول اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ سورۃ التوبہ

(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں تمہاری
تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت
خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں ﴿۱۲۸﴾

## داعی بات کیسے کرے؟

صحیح بخاری میں ہے۔

**انا تکلم بکلمة اعادها ثلاثا حتی تفهم عنه**

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اس کو تین مرتبہ دہراتے (جب

ضرورت محسوس کرتے) تاکہ وہ بات لوگوں کی سمجھ میں اچھی طرح آجائے۔
عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بیان فرماتی ہیں

**کان کلامہ کلاما فصلا یفہمہ کل من یسمعہ**

آپ کی گفتگو صاف اور واضح ہوتی تھی جو سنتا سمجھ جاتا (ابوداؤد)

داعی کا کام پیشہ ور واعظوں کی طرح چیخنا چلانا نہیں۔ راگ رنگ لگا کر لوگوں کو محظوظ کرنا چٹکلے اور لطیفے سنانا انہیں اس زمین سے نیچے اور آسمان سے اوپر خلاؤں میں گھمانا نہیں بلکہ اپنا مدعا یعنی اللہ کا پیغام لوگوں کے ذہنوں میں راسخ کرنا ہے۔ انہیں توحید۔ رسالت اور آخرت کے احکامات سنانا اور اس کے مطابق ان کی تربیت کرنا ہے۔ داعی لوگوں سے داد وصول کرنے یا اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے کے لئے دعوت نہیں دیتا بلکہ وہ اپنی دعوت کے نتائج لوگوں کی زندگیوں میں دیکھنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ اور اسی جدوجہد میں مصروف عمل نظر آتا ہے۔ وہ ایک ایک فرد پر ایک ماں کی طرح محنت کرتا ہے۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں کرتا ہے۔ اپنے مخاطبین کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر فکر مند رہتا ہے اور انہیں دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اسی طرح لوگوں کو دعوت دیں دیتے ہوئے ان احادیث کو بھی مدنظر رکھ لیا جائے۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

"ہر ہفتہ ایک مرتبہ وعظ کیا کرو' اور دو دفعہ کر سکتے ہو اور تین مرتبہ سے زیادہ وعظ مت کرنا اور اس قرآن سے لوگوں کو متنفر مت کرنا اور ایسا کبھی نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس پہنچو اور وہ اپنی کسی بات مشغول ہوں اور تم اپنا وعظ شروع کردو اور ان کی بات کاٹ دو۔ اگر تم ایسا کروگے تو ان کو وعظ و نصیحت سے متنفر کردوگے بلکہ ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرو۔ اور جب ان کے اندر خواہش دیکھو اور وہ تم سے مطالبہ کریں تو پھر وعظ کہو اور دیکھو مسجع و مقفی عبارتیں بولنے سے بچو کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ تکلف کے ساتھ عبارت آرائی نہیں کرتے تھے۔ (بخاری)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے ان سے ایک آدمی نے کہا

17497

"اے ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ میری خواہش ہے کہ آپ ہم لوگوں کو ہر روز وعظ و نصیحت کیا کریں" انہوں نے کہا کہ ہر روز تقریر کرنے سے جو چیز مجھے روکتی ہے وہ یہ کہ تم اکتا جاؤ گے اور میں تمہیں اکتا دینا پسند نہیں کرتا۔ میں ناغے دے کر نصیحت کرتا ہوں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ناغے دے کر نصیحت فرماتے اور آپ ایسا اس لئے کرتے تھے کہ ہم لوگ کہیں اکتا نہ جائیں۔ متفق علیہ

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا۔

| | |
|---|---|
| قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ | (اے پیغمبر) کہہ دو کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں ہوں ﴿۸۶﴾ سورۃ ص |

اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ سے یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ

| | |
|---|---|
| رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ | میرے پروردگار اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دے ﴿۲۵﴾ |
| وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ | اور میرا کام آسان کر دے ﴿۲۶﴾ |
| وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ | اور میری زبان کی گرہ کھول دے ﴿۲۷﴾ |
| يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ | تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں ﴿۲۸﴾ (طٰہٰ) |

اپنی بات میں زور پیدا کرنے کیلئے پرجوش طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جیسا کہ مسلم کی حدیث ہے۔

**کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا خطب احمرت عیناہ و علا صوته واشتد غضبه حتی کانه منذر جیش یقول صبحکم ومساکم (مسلم)**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تقریر فرماتے تو آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ آواز بلند ہو جاتی' جذبات میں تیزی آجاتی' یہاں تک کہ معلوم ہوتا کہ کسی فوج کے آپڑنے سے آگاہ کر رہے ہیں۔ فرماتے "وہ تم پر صبح کو آپڑے یا شام کو"

# دعوت میں نرمی اختیار کی جائے

یہ دعوت کے اہم ترین اصولوں میں سے ہے اس بارے میں قرآن حکیم کی بیسیوں آیات گواہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اس کا بہترین نمونہ ہے۔

گفتگو نہایت دلنشین پیرائے میں کی جائے۔ سختی نہ کی جائے الفاظ بہتر سے بہتر استعمال کئے جائیں جو مخاطب کے دل میں اتر جانے والے ہوں۔ رویہ نہایت اعلیٰ، گفتگو سلیقہ مند، اسلوب حکیمانہ اختیار کیا جائے غرض مثبت سوچ کے ساتھ جو رنگ ڈھنگ بھی ممکن ہو اختیار کیا جائے۔ اس کی سب سے بڑی مثال کہ فرعون جیسے جابر حکمران کے لئے اللہ اپنے انبیاء کو روانہ کرتے ہیں تو انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ

| | |
|---|---|
| اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝۴۳ | دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو رہا ہے ۝۴۳ |
| فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝۴۴ طٰہٰ | اور اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے ۝۴۴ |
| فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ۝۶۳ النساء | تم ان کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرو اور انہیں نصیحت کرو اور ان سے ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اثر کر جائیں ۝۶۳ |
| خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝۱۹۹ | اے محمدؐ عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کر لو ۝۱۹۹ |
| وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۱۵ | اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان سے تواضع پیش آؤ ۝۲۱۵ |

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اشخاص کو دعوت کے لئے یمن کی طرف روانہ کیا انہیں نصیحت کی۔

تم لوگوں کو آسانی کی راہ بتانا ان کو مشکل میں نہ ڈالنا۔ انہیں خوشخبریاں سنانا اور متنفر نہ

کرنا۔ (بخاری)

لیکن ان آیات و احادیث سے نرمی کا مطلب یہ ہرگز نہیں لینا چاہئے کہ ہم دین کے اصول و ضوابط' عقائد و فرائض میں چھوٹ دے دیں۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ انھیں احسن طریق سے دین کی طرف مائل کیا جائے۔ جن اعمال میں شرعی طور پر گنجائش نکل سکتی ہو وہاں نرمی برتی جائے خواہ مخواہ ہر معاملے کو اسلام و کفر کا مسئلہ نہ بنا لیا جائے۔ ان کی تربیت اس بہترین انداز میں کی جائے کہ وہ تقویٰ اختیار کرتے ہوئے آہستہ آہستہ دین کی بنیادوں سے لے کر اس کو جزیات کی طرف سفر طے کریں اور ایک ایک آیت اور سنت کے عامل بنتے جائیں۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا "تم ایسے لوگوں میں جا رہے ہو جہاں اہل کتاب ہیں۔ جب تم وہاں پہنچو تو ان کو سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں جب وہ یہ مان لیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔ جب وہ تمھاری یہ بات بھی جان لیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوۃ بھی فرض کی ہے۔ جو دولتمندوں سے لی جائے اور غریبوں کو دی جائے۔ اور جب وہ اس کو مان لیں تو زکوۃ میں چن چن کر ان کے اچھے مال نہ لو اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔

## اگر لوگ دعوت حق قبول نہ کریں تو......

دعوت حق پہنچا دینا ہے جتنا شریعت کا علم اس کے پاس موجود ہے واضح طور پر انسانوں تک پہنچائے اس کے ذریعے اذہان کو کھٹکھٹائے اور اس معاملے میں بہتر سے بہتر روش اختیار کرے۔

لیکن تمام ذرائع و وسائل' حکمتیں اور بصیرتیں آزمانے کے باوجود اگر کوئی قوم یا معاشرہ یا فرد واحد اس دعوت پر کان نہیں دھرتا یا ایک مثبت رد عمل ظاہر نہیں کرتا تو داعی الی الحق کو مایوس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ اس کی ذمہ داری احسن طریق سے پہنچا دینے کی ہے۔ وہ لوگوں پر کوئی نگہبان مقرر نہیں کیا گیا کہ زبردستی کرے یا دلوں

میں ہدایت داخل کرے۔ ہدایت کا تعلق دلوں کے ساتھ ہے اور دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ ہدایت ان کو سرفراز کرتی ہے جو اللہ کا تقویٰ رکھتے ہیں۔ ہدایت کی خواہش کی جائے اس کے لئے اللہ سے رو رو کر دعائیں مانگیں جائیں اور غنیمت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے کہ جس کے لئے اللہ کا ایک خاص قانون مقرر ہے۔

| | |
|---|---|
| إِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴿٣﴾ | اور اسے رستہ بھی دکھا دیا (اب وہ) خواہ شکرگزار ہو خواہ ناشکرا ﴿٣﴾ الانسان |
| فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَآ أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۭ إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلٰغُ | پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تم کو اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ تمہارا کام تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے۔ الشوریٰ |
| إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ سورۃ فاطر | تم تو صرف ہدایت کرنے والے ہو ﴿٢٣﴾ |
| وَمَآ أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿٩﴾ | اور تم اُن پر داروغہ نہیں ہو ﴿٩﴾ |
| قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿١٠٨﴾ یونس | کہہ دو کہ لوگو تمہارے پروردگار کے ہاں سے تمہارے پاس حق آچکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں ﴿١٠٨﴾ |
| وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ سورہ الکہف | اور کہہ دو کہ (لوگو) یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے |
| نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَآ أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيدِ ﴿٤٥﴾ سورہ قٓ | یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور تم اُن پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو۔ پس جو ہمارے (عذاب کی) وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہو ﴿٤٥﴾ |

طٰهٰ ۝١ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝٢ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝٣ سورہ طٰہٰ

طٰہٰ ۝١ (اے محمدؐ) ہم نے تم پر قرآن اسلئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ ۝٢ بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کیلئے نازل کیا ہے جو خوف رکھتا ہو ۝٣

☆ تم بس اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر وحی کی گئی ہے اس کے سوا کوئی اور نہیں اور ان مشرکوں سے اعراض کرو اور اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگران نہیں بنایا اور نہ تم ان کے ضامن ہو۔ (انعام ۱۰۶-۱۰۷)

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝٥٦ سورہ القصص

(اے محمدؐ) تم جس کو دوست رکھتے ہو اُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے ۝٥٦

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ اس کی دعوت کا Response نہیں دیتے اور داعی اپنی دعوت سے مایوس نظر آنے لگتا ہے رات دن کڑھتا ہے فکر مند ہوتا ہے یہ پریشانی بذات خود دین کے آڑے آنا شروع ہوجاتی ہے۔ اس بدگمانی اور مایوسی کے عالم میں اللہ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری کی حدود سوہان روح کا کام سرانجام دیتی ہیں اسے خبردار کیا جاتا ہے کہ اس کے فرائض میں .

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات ذہن نشین رہے کہ معاشرہ دعوت حق قبول کرے، نہ کرے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دین کے تمام لوازمات نبوی منہج کے مطابق پورا کرتا رہے۔ وحی الٰہی یعنی قرآن وسنت کی اتباع کرتا رہے کسی بھی حالت میں اس سے روگردانی نہ کرے یا اس کے کسی جزو کو ناقابل عمل قرار نہ دے۔

## آزمائش ــــ اللہ کی مسلمہ سنت

اللہ کا یہ قانون ہے کہ وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے کبھی خوف سے کبھی معاش میں نقصان سے تو کبھی مال و اولاد کے ذریعے۔ کاروبار اور رزق میں کمی یا زیادتی کے ذریعے۔

اللہ کی یہ سنت ہمیشہ سے ہے اور آئندہ تک ہر زمانے کے بندوں کے لئے ہے۔
اس قانون کی پاسداری انبیاء و صلحاء نے بھی کی ہے۔ داعیان اور شہداء نے بھی کی ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ آزمائش کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ ایمان والوں کو مشکلات میں گرفتار کردیا جائے اور ان سے انکا ایمان چھین لیا جائے اور وہ دین سے دور ہوجائیں بلکہ یہ اس لئے ضروری ہے تاکہ منافق اور مسلمان میں پہچان کی جاسکے۔ اس بھٹی سے گزرنے کے بعد خالص اور جعلی اشیاء الگ الگ مقامات پر متعین ہوجائیں۔ ایمان والوں کے ایمان مضبوط اور پختہ تر ہوجائیں اور منافقین ان سے الگ ہوکر آخرت میں اپنا مقام پہچان جائیں۔ اور کافروں پر یہ واضح کرنا ہوتا ہے کہ یہ ایمان ہنسی مذاق اور دل لگی نہیں بلکہ ایک ایسی حقیقت جس کے لئے جان تک قربان کردی جائے تو بھی نفع کا ہی سودا ہے بلکہ جان دینے کے بعد تو یہ نفع Confirm ہوجاتا ہے۔

داعی جب آزمائشوں سے گزرتا ہے۔ تو بھی کفر کے لئے مجسمہ دعوت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ کرنا وغیرہ اور جب وہ آزمائش میں کامیاب ہوجاتا ہے تو بھی اس کی کامیابی دعوت کا روپ اختیار کرلیتی ہے۔

اس کے علاوہ کچھ لوگ وہ بھی ہوتے ہیں جو دعوت حق قبول کرنے میں ذہنی کشمکش کا شکار ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ داعی کی مزید جانچ پڑتال کرلی جائے۔ کہ اگر یہ واقعی حق ہے تو پھر سب سے پہلے داعی کو اس پر استقامت اختیار کرنی چاہیے۔ داعی کی استقامت ان کے دلوں کے شکوک شبہات دور کردیتی ہے اللہ کی طرف سے آجانے والی آزمائش وقتی طور پر تکلیف دہ ضرور محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اس کے نتائج نہایت دور رس ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ اس موقع پر استقامت اختیار کی جائے۔ استقامت کی یہ قوت صرف اللہ ہی عطا کرتا ہے۔ اللہ یہ صلاحیت انہیں عطا کرتا ہے جن کا تعلق اپنے رب سے نہایت مضبوط ہو۔

کیونکہ اللہ فرماتے ہیں۔

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ بلا شبہ خوش نصیب ہے وہ شخص جو فتنوں سے محفوظ رہا یہ بات آپ نے تین

مرتبہ فرمائی۔
لیکن جو امتحان اور آزمائش میں ڈالا گیا پھر بھی حق پر جما رہا اس کے کیا کہنے ایسے آدمی کے لئے آفرین ہے۔ (ابوداؤد)

سفیان بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اسلام کے سلسلہ میں جامع بات بتادیجئے کہ پھر کسی اور سے مجھے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ آپ نے فرمایا اٰمنت باللّٰہ کہہ اور پھر اس پر ڈٹ جا۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"آزمائش جتنی سخت ہوگی اتنا ہی بڑا انعام ملے گا (بشرطیکہ آدمی مصیبت سے گھبرا کر راہ حق سے بھاگ نہ کھڑا ہو) اور اللہ تعالیٰ جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو ان کو (مزید نکھارنے اور صاف کرنے کے لئے) آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ پس جو لوگ اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں اور صبر کریں تو اللہ ان سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو لوگ اس آزمائش میں اللہ سے ناراض ہوں تو اللہ بھی ان سے ناراض ہوجاتا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"جس کسی مسلمان کو کوئی قلبی تکلیف 'کوئی جسمانی بیماری' کوئی دکھ اور غم پہنچتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اسے ایک کانٹا چبھ جاتا ہے تو وہ بھی اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے" (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"مومن مردوں اور عورتوں پر وقتاً فوقتاً آزمائشیں آتی رہتی ہے۔ کبھی خود اس پر مصیبت آتی ہے کبھی اس کا لڑکا مرجاتا ہے کبھی اس کا مال تباہ ہوجاتا ہے۔ (اور وہ ان تمام مصیبتوں پر صبر کرتا ہے اور برائیوں سے دور رہتا ہے) یہاں تک جب اللہ سے ملتا ہے تو اس حال میں ملتا ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا" (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا تو اللہ اس کو صبر دے گا اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش اور کوئی نہیں" (بخاری مسلم)

ان احادیث و آیات سے علم ہوا کہ دعوت کے میدان میں آزمائش اللہ کی اصولی سنت ہے اس کی آزمائش کے موقع پر استقامت اللہ کا حکم اس کی خاص رحمت وشفقت اور گناہوں کا کفارہ ہے۔

لہٰذا خوش نصیب ہیں میرے وہ بھائی جو اللہ کے دین پر عمل کرتے ہوئے اس کے احکامات بجا لاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپید سنتوں پر عمل کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں جب ان پر زندگی تنگ کردی جاتی ہے ان کے ماں باپ بہن بھائی دشمن بن جاتے ہیں دوست احباب انہیں مولوی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اساتذہ عجیب نظروں سے دیکھتے ہیں۔ افسران نوکریوں سے چھٹی کرادیتے ہیں - لیکن اللہ کے یہ محبوب بندے دعوت حق پیش کرنے سے باز نہیں آتے۔ بلکہ ان باتوں سے ان کے ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور وہ سکون محسوس کرتے ہیں انہیں لوگوں کی ملامتیں دین کی کسی چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی عمل کرنے سے نہیں روک سکتیں لایخافون لومتہ لائم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومن کی حالت بھی عجیب ہوتی ہے۔ وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے اس سے خیر اور بھلائی ہی سمیٹتا ہے جو مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں وہ تنگ دستی بیماری اور دکھ کی حالت میں ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور اگر کشادگی کی حالت میں ہوتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے یہ دونوں حالتیں اس کے لئے بھلائی کا سبب بنتی ہیں" (مسلم)

| | |
|---|---|
| وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ | اور (اے پیغمبر) تم کو جو حکم بھیجا جاتا ہے اس کی پیروی کیے جاؤ |
| حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ | اور (تکلیفوں پر) صبر کرو۔ یہاں تک کہ خدا فیصلہ کردے |
| الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾ | اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿١٠٩﴾ یونس |

| | |
|---|---|
| فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ | پس (اے محمدﷺ) جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں اسی طرح تم بھی صبر کرو |
| وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا | اور ان کے لئے (عذاب) جلدی نہ مانگو جس دن یہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے |
| يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ۚ | وعدہ کیا جاتا ہے تو (خیال کریں گے کہ) گویا (دنیا میں) رہے ہی نہ تھے مگر |
| بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٣٥﴾ | گھڑی بھر دن۔ (یہ قرآن) پیغام ہے سو (اب) وہی ہلاک ہوں گے جو نافرمان تھے ﴿٣٥﴾ سورۃ الاحقاف |

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ الشوریٰ

اور جو صبر کرے اور قصور معاف کردے تو یہ ہمت کے کام ہیں ﴿۴۳﴾

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

تو اگر صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں ﴿۱۸۶﴾ آل عمران

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ سورہ ق

تو جو کچھ یہ کفار بکتے ہیں اس پر صبر کرو اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اسکے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو ﴿۳۹﴾

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ البقرۃ

اور رنج و تکلیف میں صبر اور نماز سے مدد لیا کرو اور بیشک نماز گراں ہے مگر ان لوگوں پر گراں نہیں جو عجز کرنے والے ہیں ﴿۴۵﴾

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ سورہ الکہف

اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں اُن کے ساتھ صبر کرتے رہو۔ اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگانی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ۔ اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اسکا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہا نہ ماننا ﴿۲۸﴾

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ الاعراف

تو صبر کئے رہو یہاں تک کہ خدا ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۸۷﴾

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کے ساتھ بُرائی کو دور کرتے ہیں سورۃ القصص

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۚ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ لقمان

اور جو کفر کرے تو اُس کا کفر تمہیں غمناک نہ کر دے۔ اُن کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کام وہ کیا کرتے تھے ہم اُن کو جتا دیں گے۔ بیشک خدا دلوں کی باتوں سے واقف ہے ﴿۲۳﴾

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ سورۃ المعارج — (تو تم کافروں کی باتوں کو) حوصلے کے ساتھ برداشت کرتے رہو ۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝١٥٣ — اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بیشک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۝١٥٣ البقرۃ

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝١٢٧ — اور صبر ہی کرو اور تمہارا صبر بھی خدا ہی کی مدد سے ہے اور ان کے بارے میں غم نہ کرو اور جو یہ بداندیشی کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو ۝١٢٧ النحل

# صبر و تحمل ۔ بہترین ہتھیار

دعوت و اصلاح کی راہ میں مصائب و آلام اور تکالیف جزو لاینفک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس راہ پر خطر میں جو بھی قدم رکھتا ہے۔ اسے کڑے امتحانوں کے لئے ذہنی اور عملی طور پر تیار ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ یہ راہ پھولوں سے نہیں سجی بلکہ کانٹے اس کا پیراہن ہیں۔ اسے ہر قدم پر غصہ و غضب ملے گا۔ شدت سے استقبال ہوگا۔ طعنہ و طنز کے ذریعے گفتگو ہوگی۔ ہر معاملے میں اس کی دعوت پر ضرب کاری لگائی جائے گی۔ زندگی کے ہر مسئلہ میں اصل مجرم داعی کی دعوت حق کو گردانا جائے گا۔ اس کی دعوت اس کے لئے ایک جرم عظیم بن کر کھڑی ہو جائے گی۔ اگرچہ اس کی اپنی شخصیت نظر انداز کر دی جائے لیکن اس کی دعوت اس کی پہچان بن جائے گی۔ دنیا کا ہر جرم اور ہر لاقانونیت اس کی دعوت کا نتیجہ قرار دی جائے گی۔ اسے جگہ جگہ نت نئے خطابات سے نوازا جائے گا۔ گھر میں رشتہ داروں میں دوستوں میں اس کی عزت اچھالنے کی کوشش کی جائے گی۔ گھر والے اس کی دعوت قبول کرنے کی بجائے ہو سکتا ہے قطع تعلق کر لیں۔ رشتہ دار اس کی پذیرائی کرنے کی بجائے ہو سکتا ہے قدم قدم سنت بوبھی پر عمل پیرا ہو کر اس کی حوصلہ شکنی کریں۔ دوست خائف نظر آنے لگیں۔ محبت بھری نگاہوں کی جگہ نفرت بھرے جذبات کا اظہار کیا جائے۔ ان تمام حملوں کے مقابلے میں داعی الی اللہ کو کیا کردار ادا کرنا ہے؟

اس کا جواب حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لیجئے۔

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھ کر لیٹے ہوئے تھے اس زمانے میں مکہ والے بے پناہ ظلم و ستم مسلمانوں پر توڑ رہے تھے۔ ہم نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے اللہ کی مدد طلب نہیں کرتے آپ اس ظلم کے خاتمے کی دعا نہیں کرتے؟ (آخر یہ سلسلہ کب تک دراز ہوگا" کب یہ مصائب ختم ہوں گے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی کے لئے گڑھا کھودا جاتا۔ پھر اسے اس گڑھے میں کھڑا کیا جاتا پھر آرا چلایا جاتا اور اس سے اس کی جسم کو چیرا جاتا' یہاں تک کہ اسے لوہے کے کنگھے چبھوئے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور پٹھوں تک پہنچ جاتے مگر وہ اللہ کا بندہ حق سے نہ پھرتا۔ قسم ہے اللہ کی یہ دین غالب ہوکر رہے گا۔ یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور راستہ میں اللہ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہوگا۔ البتہ چرواہے کو صرف بھیڑیوں کا خوف رہے گا کہ کہیں بکری اٹھا نہ لے جائیں۔ لیکن افسوس تم لوگ جلدی کرتے ہو" (بخاری)

جی ہاں داعی الی اللہ کو مخاطب کی تمام تر ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے مقابلے میں غم و غصہ' حزن و ملال کو سہنا ہوگا۔ ان کے مکروفریب' طعنہ و تشنیع کو نظرانداز کرکے صبرو تحمل کو اختیار کرنا ہوگا۔ کیونکہ اسے جان لینا چاہئے کہ وہ یہ کام اللہ کے حکم پر کر رہا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر سرانجام دے رہا ہے۔ لہٰذا اس راہ میں مدد کرنے والا اس کی دعوت میں اثر پیدا کرنے والا بھی اللہ رب العالمین کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ اور اس صبر کا حکم بھی اسی رب کی طرف سے ہے۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ داعی کے پاس وسائل و ذرائع بھی ہوتے ہیں اور وہ مخالفین کے حملوں کا منہ توڑ جواب دے سکتا ہے۔ اور انہیں جسمانی مالی سیاسی معاشرتی سطح پر زبردست نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اب اس مقام پر داعی کی قوت فیصلہ اسے اچھے یا برے نتائج کی طرف لے جا سکتی ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہے کہ جہاں اکثر داعیان جذباتی ہوجاتے ہیں اور جبکہ وسائل بھی پاس ہوں تو جذبات پر قابو پانا اور بھی مشکل معاملہ ہوجاتا ہے۔

اچھے اور باشعور لوگ اس مقام پر جوش و جذبات سے نہیں ہوش اور بصیرت سے کام لیتے ہیں۔ وہ سب سے پہلے موجود وسائل کا جائزہ لیتے ہیں اور اس بارے میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہوتے وہ دس کو دس ہی سمجھتے ہیں سو خیال نہیں کرتے۔ اس کے بعد وہ مخالفین کی طاقت کا صحیح اندازہ لگاتے ہیں اور ان کی طرف سے چھوٹی سے چھوٹی نقصان پہنچانے والی شے کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ اس تقابل کے بعد وہ اس بات کا تجزیہ کرتے ہیں کہ ٹکراؤ یا جھڑپ یا کھلم کھلا دو طرفہ مخالفت کی صورت میں دعوت حق کتنے فوائد و ثمرات سمیٹے گی یا اسے کس قسم کے نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ نقصان وقتی اور عارضی ہوگا یا مستقبل میں دعوت حق کی راہیں مسدود ہو کر رہ جائیں گی؟ فوائد نقصانات سے کم ہوں گے یا زیادہ۔ اپنی جماعت کے افراد پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے کیا وہ ذہنی اور عملی طور پر ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں یا تیار کئے جا سکتے ہیں۔

وہ لوگ جو آہستہ آہستہ دین کے قریب آ رہے ہیں وہ اس بات کے کیا معنی اخذ کریں گے' ان حالات میں انبیاء علیہم السلام نے کیا طریقہ کار اختیار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا پالیسی رہی؟ قرآن و حدیث اس بارے میں کیا رہنمائی دیتے ہیں؟

اس کے علاوہ ایک بہت ہی اہم اور قابل نوٹ بات یہ ہے کہ ان تمام مراحل سے قبل اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ یہ مخالفت کی لہر دعوت کی بنیاد پر اٹھی ہے یا داعی کی ذات اس کا باعث بنی ہے۔ بعض اوقات ذاتی معاملات پر تلخ کلامی اور ضرورت کی اشیاء پر برہمی ہو جاتی ہے لیکن اسے حق و باطل کا معاملہ بنا کر جنگ و جدال کا اعلان کر دیا جاتا ہے جیسا کہ آج کل ہمارے تعلیمی اداروں میں نام نہاد اسلامی تنظیمیں' ہاسٹلوں میں ٹونٹیوں کے مسئلے پر دوسری تنظیموں سے لڑ پڑتی ہیں۔ یا یہ بات فلاں جگہ ہمارا سٹکر لگا تھا کس نے پھاڑ دیا۔ غرض بجلی' پانی' گیس' کمروں' پوسٹرز اور سٹکرز ایسے گھٹیا مسائل کو اشو بنا کر لڑنے والی اسلامی انقلاب کی دعویدار تنظیمیں طلباء کو کیا دعوت حق پیش کریں گی۔ پھر ان ضروریات زندگی کے جھگڑے بڑھ کر "جہاد و جنگ" کا روپ دھار لیتے ہیں اس معاملے کو کفر و اسلام کا روپ دے دیا جاتا ہے اسی بنیاد پر سیاست ہوتی ہے تنظیمیں آگے بڑھتی ہیں۔ افراد اکٹھے ہوتے ہیں لیکن اللہ کے

دین کی دعوت پیچھے رہ جاتی ہے دین نکل جاتا ہے اور جب دین نکل جائے تو ہزار سالہ جدوجہد بھی اسلام کو دھیلے کا فائدہ نہیں دے سکتی۔

لہٰذا داعی الی الحق اپنی توانائیاں' صلاحیتیں اور وسائل صرف اور صرف اللہ کے دین کی مدد میں خرچ کرتا ہے وہ ذاتی مسائل کو انا کا مسئلہ بنا کر اپنی قوت و طاقت پر غرور نہیں کرتا پھرتا اور لوگوں پر پریشر نہیں ڈالتا کیونکہ یہ بات اللہ کو نہایت ناپسند ہے بلکہ اپنی ذات سے متعلق ہر بات کو اللہ کے لئے معاف کردیتا ہے۔ لیکن اللہ کے دین کی خلاف ورزی مطلقاً برداشت نہیں کرتا۔ جبکہ تعلیمی اداروں میں حالات اس کے بالکل برعکس ہیں۔ موسیقی چلتی رہے انہیں کوئی پرواہ نہیں تنظیم کے رفقاء وارکان ویڈیو سے محظوظ ہوں کوئی مسئلہ نہیں طلباء کا عقیدہ و عمل کتنا ہی اسلام کے برعکس ہوتا چلا جائے ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی لیکن اگر ان کی تنظیم کے کارکن کو کسی نے جھک کر سلام نہیں کیا ان کے پروگرام میں شرکت سے معذوری کا اظہار یا ان کے کسی حکم کی عدولی کردی.... بس تو پھر کلاشن ہوگی.... برسٹ ہوں گے اور تمام طلباء کو تمام احکام ایک بار پھر یاد دلائے جائیں گے۔ یہ دعوت کا کام      ہو رہا ہے.... یہی اسلامی کارکنان معاشرے میں جاکر اسلام کا کردار پیش کرتے ہیں تو لوگ کیوں نہ اسلام سے متنفر ہوں۔

پس ایک داعی کو اپنی ذات' ضروریات' انا سے کہیں زیادہ دین حق کی فکر لاحق ہوتی ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ کسی بات کی پرواہ نہیں ہوتی مگر دین حق کی۔

یہاں دعوت کے تین انداز تین قسم کے لوگوں کے لئے بیان کردیئے گئے ہیں۔

صلاحیت رکھنے کے باوجود صرف دعوت دین کے لئے خاموشی اختیار کرنا مخالفتوں کا عملی جواب نہ دینا ہی صبر ہے ورنہ تو استطاعت نہ ہونے پر چپ رہنا صبر نہیں مجبوری ہے۔ صبر کے معنی و مفہوم میں ثابت قدمی اختیار کرنا۔ رب کی رضا میں راضی رہنا۔ مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرنا۔ اپنے موقف پر ڈٹے رہنا۔ گلے شکووں سے بچنا ہمت نہ ٹوٹنے دینا وغیرہ شامل ہے۔

# دعوت کے تین اسلوب

| | |
|---|---|
| اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ | (اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے |
| الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ | کی طرف بلاؤ۔ اور بہت ہی اچھے طریق سے اُن سے مناظرہ کرو۔ جو |
| هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ | اسکے رستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے |
| ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ | اور جو رستے پر چلنے والے ہیں اُن سے بھی خوب واقف ہے ﴿۱۲۵﴾ |

۱ - بالحکمه

۲ - والموعظة الحسنة

۳ - وجادلهم بالتی هی احسن

عام طور پر جب دعوت کا کام کیا جاتا ہے تو تین طرح کی صورتیں پیش آتی ہیں کبھی تو صرف وعظ و نصیحت کی جاتی ہے نیکی کی ترغیب اور بدی سے نفرت و عداوت پیدا کی جاتی ہے۔ سننے والا سنتا رہتا ہے بڑے ہی دلکش پیرائے میں اور اچھے انداز سے بات کردی جاتی ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دعوت پیش کی جاتی ہے رد عمل کے طور پر سوالات کی بوچھاڑ شروع ہوجاتی ہے۔ طرح طرح کی پیچیدگیاں۔ طرح طرح کی کنجلکیں بیان کی جاتی ہیں اور داعی کا کام مطمئن کرنا۔ اس کے اوٹ پٹانگ سوالات کے جوابات نہایت ہی پیارے انداز سے دینا ہے۔ مخاطب کے ذہن میں موجود شکوک و شبہات کو دور کرنا ہوتا ہے۔

اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مخاطب پہلے سے حملہ کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہوتا ہے۔ وہ داعی کو زچ کرنے، اسے ڈاج دینے، اس کے دلائل کا رد کرنے کے لئے جعلی دلائل اور مفروضے گھڑ کر لایا ہوتا ہے ابھی دعوت دی نہیں جاتی چاروں طرف سے کیوں، کیا، کیسے، کب کے حملے شروع ہوجاتے ہیں اور آپ جانتے ہیں ایسی صورت مناظروں میں بھی پیش آتی ہے۔

پس یہاں بھی داعی کو حکم ہے کہ وہ احسن طریق سے مجادلہ کرے مخالف کے حملوں کا جواب اطمینان سے دیا جائے جذباتیت۔ اوچھے ہتھکنڈوں، گھٹیا جملوں سے اعراض کیا

جائے کہ یہ داعی کی شان نہیں اس کے پاس اللہ کا کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جو قطعا ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتی۔

یہ تینوں صورتیں اور ان حالات میں داعی کا رد عمل مندرجہ بالا آیت کریمہ میں واضح کردیا گیا ہے۔

## حکمت کیا ہے

اس آیت میں موجود لفظ حکمت کو اکثر اوقات بڑی بے دردی سے استعمال کیا جاتا ہے اگرچہ قرآن مجید میں یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلا دانش مندی و عقل مندی' فصاحت و بلاغت اور بصیرت وغیرہ

لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ لفظ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت" کے معنوں میں بھی بکثرت استعمال ہوا ہے۔ اور آیت ادع الی سبیل ربک بالحکمۃمیں لفظ ا لحکمۃ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے مفسرین اس کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔

اب ہوتا یہ ہے کہ ہمارے بعض بھائی جب دعوت کا کام کرتے ہوئے کسی مقام پر کسی قسم کا کوئی خطرہ محسوس کرتے ہیں اور اس خطرے کا تعلق اللہ کے کسی حکم پر عمل سے ہو تو "حکمت" یہ بیان کی جاتی ہے کہ وقتی طور پر اس حکم کو اختیار نہ کیا جائے۔ یا رسول اللہ ﷺ کی فلاں حدیث پر عمل نہ کیا جائے کیونکہ اس سے لوگ ناراض ہوتے ہیں فتنہ و فساد کا خطرہ ہے۔ انتشار پیدا ہوجائے گا۔ اور اس مصلحت پسندی کو "حکمت" کا نام دے کر دعوتی نقطہ نظر سے دین کے کسی حکم کو معطل کردیا جاتا ہے۔

حکمت کا یہ طریقہ ہمیں انبیاء کی زندگیوں میں تو کہیں نظر نہیں آتا (اس سے مستثنیٰ وہ صورتیں ہیں کہ جہاں اللہ نے خود رخصت کی اجازت دی ہو)

عقل ودانش کو استعمال کیا جائے۔ بہتر سے بہتر صورت تلاش کرنے کی کوشش کی جائے لیکن یہ بھی یاد رکھئے کہ بہترین عقل مندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وسیرت پر عمل ہے آپ دیکھئے کہ ان حالات میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے کیا طریقہ اختیار کیا تھا؟ اس بارے میں آپ کی احادیث کیا اشارہ کرتی ہیں؟ بس یہی حکمت وبصیرت ہے۔ اس کے علاوہ بقیہ سب کچھ راہ فرار ہے۔

# علم عمل دعوت و جہاد

دین اسلام کو قبول کرنے والے عام طور پر چار Catagories میں منقسم ہیں ایک وہ جو دین کے بارے میں' کسی بھی سطح تک کچھ معلومات رکھتے ہیں۔ کلمہ توحید پڑھ کر اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں۔ برائیوں اور نیکیوں' جنت اور جہنم کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو حاصل کیے جانے والے علم کی روشنی میں عمل کے میدان میں سرگرم ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنتے ہیں تو فورا سر تسلیم خم کردیتے ہیں۔ اطاعت کے لئے عملی طور پر جدوجہد میں مصروف نظر آتے ہیں۔

تیسرے وہ ہیں جو دین کا علم کھتے ہیں اس پر حتی الوسع عمل پیرا رہتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوسرے انسانوں کے قلوب و اذہان تک اس پیغام کو لے کر پہنچتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ بھی ان کی طرح نجات کی راہ اختیار کرلیں۔ اس کے لئے وہ راہیں ہموار کرتے ہیں۔ لوگوں کو کبھی علم کے دلائل سے اور کبھی کردار کے براہین سے قائل کرتے ہیں۔ رات دن اسی فکر میں گھلتے ہیں۔ وسائل اختیار کرتے ہیں اور اس عظیم کام کے لئے Strategies تیار کرتے ہیں۔ ان کے علم و عمل کا امتزاج لوگوں کو متاثر کرکے دین کے بارے میں سوچنے اور قبول کرنے کے لئے فکری طور پر تیار کردیتا ہے۔

مندرجہ بالا تینوں اصولوں پر عمل کے ساتھ ساتھ چوتھے اور سب سے اعلی درجے کے لوگ وہ ہیں جو اس دعوت دین کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرتے ہیں۔ اس کے لئے علم جہاد بلند کرتے ہیں۔ کفر کے مقابلے میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ قربان ہوجاتے ہیں۔ لیکن اللہ کے دین پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ اس کشتی کو ڈوبنے نہیں دیتے۔ یہ دین کے چراغوں کو اپنے لہو سے روشن رکھتے ہیں۔

بعینہ یہی Catagories کفر کے نظام میں اسی ترتیب سے پائی جاتی ہیں کچھ لوگ جہالت کا علم رکھتے ہیں۔ باطل نظریات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کچھ جاہل ان کفریہ نظریات کے مطابق اپنے معاملات طے کرتے ہیں زندگی میں اسے لاگو کرتے ہیں۔ تیسرے وہ

ہیں جو عوام کو طاغوتی نظاموں سے متعارف کرواتے ہیں اور اس کا Propaganda کرتے ہیں۔ اس کی دعوت کو ہر رخ اور ہر پہلو سے عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ہیں اور سب سے گھٹیا اور اسفل السافلین ان لوگوں میں وہ ہیں جو اہل ایمان کے مقابلے میں اپنی تمام تر قوت لے کر نکل کھڑے ہوتے ہیں اور ایمان و اسلام کو ختم کرنے کے درپے ہوتے ہیں چاہے اس کے لئے انہیں اپنے تمام وسائل قربان کرنے پڑیں یا جانیں گنوانی پڑیں۔

اب طریقہ یہ ہے کہ ہر قسم کا ذہن رکھنے والے لوگوں کو ان کی جہالت کے مطابق دعوت دی جائے۔ جہالت کا مقابلہ علم سے۔ جاہل کا عالم سے

کفریہ نظاموں کے پروپیگنڈے کا دعوت دین سے۔ ظلم وجبر اور جنگ و جدال کا مقابلہ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے اپنی تمام تر صلاحیتوں' توانائیوں اور وسائل سے کیا جائے کہ یہی دین کا اصل حق ہے۔

# تربیت --- دعوت کا ایک لازمی جزو

داعی کا کام لوگوں سے دین کے چند احکامات تسلیم کرالینا ہی نہیں ہے بلکہ جو لوگ دعوت حق قبول کرتے جائیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام و اہتمام کرنا بھی دعوت کا اہم اور لازمی جزو ہے۔ درج ذیل آیات ملاحظہ فرمائیں

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ البقرة

اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیو جو اُن کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے۔ اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور اُن (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بیشک تو غالب (اور) صاحب حکمت ہے ﴿١٢٩﴾

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢﴾ الجمعة

وہی تو ہے جس نے اُن پڑھوں میں اُنہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو اُن کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھتے اور اُن کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے ﴿٢﴾

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾ البقرة

جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کے سناتے اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب (یعنی قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے ﴿١٥١﴾ سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کرونگا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا ﴿١٥٢﴾

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو اُن کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور اُن کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۶۴﴾ ہیں. اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے ﴿۱۶۴﴾ آل عمران

یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی چار اہم ذمہ داریاں بیان کی جا رہی ہیں

نبی کا کام کتاب اللہ کی آیات پڑھانا

نبی کا کام کتاب اللہ کی تعلیم دینا ۔ اس کی اوامر و نواہی سے آگاہ کرنا

نبی کا کام الحکمہ یعنی سنت نبی پر عمل کروانا

نبی کا کام لوگوں کا تزکیہ کرنا

یعنی داعی کو یہ چاروں ذمہ داریاں بیک وقت ادا کرنا ہیں۔ نئے متاثرین کے سامنے اللہ کے احکامات بیان کرنا۔ جب انہیں تسلیم کر لیں تو نیکی و بدی سے معروف کروانا انکی تعلیم دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے روشناس کرواتے ہوئے۔ عمل در آمد کروانا اور لوگوں کا تزکیہ کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لوگوں پر حق و باطل کا فرق بیان کر دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ حق قبول کرنے والے افراد کی منزل من اللہ کے مطابق تربیت کرنا' ان میں موجود برائیوں اور نافرمانیوں کو دور کرنا' اللہ کی اطاعت کا شعور و جذبہ پیدا کرنا اور اس کے تحت احکامات الہیہ پر عمل در آمد کروانا' لوگوں کو مکارم اخلاق سے آراستہ کرنا' رذیل و مفاسد اخلاق و عادات کی اصلاح کرنا وغیرہ داعی کی ذمہ داری میں سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ اس کا بہترین نمونہ ہے کہ عرب کے اجڈ بدوؤں اور سرکشوں کی تربیت اس انداز سے کی کہ وہ رہتی دنیا تک لوگوں کے ایمان کا معیار قرار پائے اور دنیا کے ہر مثبت شعبے میں قیادت و سیادت کرکے دین اسلام کے کامل و اکمل ہونے کا عملی ثبوت فراہم کر گئے۔

جی ہاں! آج بھی فقط ذکر و اذکار کی حد تک نہیں بلکہ دین کے ایک ایک حصے پر عمل کرنے والے۔ طاغوت سے ٹکر لینے کے لئے تیاری کرنے والے۔ اور عملاً ایک مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ صالح و مسلم معاشرہ کی جدوجہد کرنے والے۔ ظالم کا ہاتھ پکڑ کر روکنے والے۔ مظلوم کے سر پر دست شفقت رکھنے۔ مصلحتوں سے آزاد و پاک افراد کی تیاری ہی داعی کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ قیادت و سیادت کے حامل۔ خیر امت کہلانے کے حقدار ۔ اللہ کی رحمت و نصرت کے طلبگار فقط یہی افراد ہیں۔

پس تربیت کے بغیر دعوت الی الحق کی ذمہ داری نامکمل اور ناقص ہے۔

# عبادت کے لئے عقلی دلائل سے پرہیز کیا جائے

اسلام ایک طرف انسان کی عقل و دانش کو متوجہ کرتے ہوئے مظاہر کائنات و الفس کی طرف دعوت فکر دیتا ہے اس کی غورو فکر کرنے کی صلاحیتوں کو پالش کرتا ہے۔ بار بار اس کی ذات میں وقوع پذیر ہونے والے عوامل' زمین و آسمان کی نظر آنے والی' استعمال کی جانے والی اور محسوس ہونے والی اشیاء کا نام لے کر انسان سے اس کے خالق مالک' رازق ہونے کا سوال اٹھاتا ہے اور اس کا جواب اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نبوت' موت' قیامت' آخرت کی صورت میں عطا کرتا ہے کیونکہ جب انسان سوچتا ہے تدبر کرتا ہے تو نتیجتاً ایک رب کا اقرار کر لیتا ہے۔

(اے انسان) تو رحمٰن کی (اس) تخلیق میں (کوئی) بے ضابطگی نہیں دیکھے گا۔ (اگر ایک بار دیکھنے سے نہ دکھائی دے) تو دوبارہ نظر کر (اور پھر دیکھ) تجھے کہیں کوئی دراڑ دکھائی دیتی ہے۔ پھر بار بار نگاہ دوڑا '(نتیجہ یہی ہو گا کہ) تیری نگاہ تھک کر ناکام تیری طرف لوٹ آئے گی۔

(لوگو) وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ تو چلو پھرو اس کے راستوں میں اور کھاؤ (پیو) اس کے دیئے ہوئے رزق میں سے اور اسی کے پاس (تمہیں) زندہ ہو کر جانا ہے۔ (الملک ۱۵)

دیکھو یہ اللہ ہی کی کارفرمائی) ہے کہ وہ (بیج کے) دانے اور گٹھلی کو (جو زمین میں ڈال دی جاتی ہے) شق کر دیتا ہے (اور اس سے پھلنے پھولنے والا درخت پیدا ہو جاتا ہے) وہی زندے کو مردے سے نکالتا ہے اور وہی مردے کو زندے سے نکالنے والا ہے۔ یہی تو تمہارا اللہ ہے' پھر تم کہاں الٹے پھرے جا رہے ہو؟ وہی (پردہ شب) چاک کر کے صبح نکالنے والا' (اور رات کی تاریکی کو دن کی روشنی میں بدل دینے والا ہے) اس نے آرام کے لئے رات اور (سال و ماہ کے) حساب کے لئے سورج چاند بنائے ہیں یہ (سب اللہ) زبردست کے ٹھہرائے ہوئے اندازے ہیں۔

اور (دیکھو) وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تم ان کے ذریعے صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راہ پاؤ۔ (دیکھو) ہم نے (اپنی توحید و قدرت کی) نشانیاں کھول

کھول کر بیان کردی ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔ اور (دیکھو) جس نے سب کو ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر ہر شخص کے لئے ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہم نے (اپنی توجہ و قدرت) کی نشانیاں کھول کھول کر بیان کردیں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔

اور (دیکھو) وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعے سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا' پھر اس سے ہری ہری شاخیں نکالیں جن سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں' اور (اسی طرح) کھجور کے درختوں کے شگوفوں میں سے (پھلوں کے) گچھے کے (گچھے پیدا کئے) جو (بوجھ کے مارے) جھکے پڑتے ہیں اور (اسی طرح) انگور' زیتون اور انار کے باغ (پیدا کئے) باہم مشابہ اور غیر مشابہ ان کے پھلوں کو دیکھو جب وہ پھلتے ہیں اور ان کے پکنے کو (دیکھو کہ پکنے کے بعد اپنی رنگت خوشبو اور مزے میں کیسی عجیب نوعیت پیدا کرلیتے ہیں)۔ بے شک جو لوگ (اللہ پر) ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے (سب چیزوں) میں (بڑی ہی) نشانیاں ہیں۔

لیکن دوسری طرف جب کوئی شخص اللہ کا اقرار کرلیتا ہے اور اسلام میں داخل ہوجاتا ہے تو پھر نازل ہونے والے احکامات کے بارے میں یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ انہیں عقلی معیار کے مطابق پرکھنے کی سعی نہ کرے بلکہ اس بات کی کوشش کرے کہ اب انہیں ادا کیسے کرنا ہے اس میں کتنا حسن اور خوبصورتی پیدا کرنی ہے۔

اب اگر ایک داعی عوام الناس کو قائل کرنے کے لئے اپنی گفتگو میں عبادات کے لئے عقلی توجیہات پیش کرتا ہے تو عین ممکن ہے کہ اس کے دلائل دعوت دین کو سخت نقصان سے دوچار کردیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک ذہین آدمی فوراً ہی اس کا رد کرکے داعی کو خاموش کرادے یا کچھ عرصہ یا دیر بعد لوگوں کو خیال آئے کہ اس کی زیادہ بہتر صورت تو فلاں بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس طرح دعوت کا اثر زائل ہو کر رہ جائے۔

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص داڑھی کے فوائد بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ داڑھی اس لئے بھی رکھنی چاہئے کہ اس سے انسان خوبصورت لگتا ہے۔ ممکن ہے کوئی دوسرا بول پڑے کہ حضرت جی میں تو داڑھی کے بغیر زیادہ خوبصورت لگتا ہوں لہٰذا مجھے داڑھی رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

اسی طرح اگر کوئی داعی موسیقی سے روکتے ہوئے عقلی دلائل پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ موسیقی نہیں سننی چاہئے کیونکہ اس سے برے برے خیالات ذہن میں آتے ہیں اور آدمی گناہ کی طرف مائل ہو کر عملی طور پر گناہ کرنے لگتا ہے۔ یہ فضول خرچی ہے۔ یہی رقم کہیں اور خرچ کی جاسکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہو سکتا ہے کہ اسی محفل میں ایک شخص کھڑا ہو کر کہہ دے کہ جناب! موسیقی سننے سے ہمارے دلوں میں تو برے خیالات نہیں جنم لیتے بلکہ ہم تو تفریح کے لئے سنتے ہیں کام کی تھکاوٹ دو چار گانوں سے دور ہو جاتی ہے اور اس پر کوئی زیادہ پیسے بھی خرچ نہیں ہوتے لہٰذا یہ ایک سستی تفریح ہے۔

اسی طرح نماز، روزہ، حج، جہاد اور دیگر عبادات کی ترغیب کے لئے کبھی بھی ایسا انداز نہیں اپنانا چاہئے کہ جسے کسی بھی حوالے سے جلد یا بدیر رد کیا جا سکتا ہو۔ لیکن ایسے دلائل ضرور دیئے جا سکتے ہیں کہ جو ہر لحاظ سے جامع و مکمل ہوں اور انہیں آسانی کے ساتھ counter نہ کیا جا سکتا ہو بہر حال ایک عام داعی کے لئے سہل، محفوظ اور قابل اعتماد طریقہ یہی ہے کہ وہ مخاطبین کے ذہنوں میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا مفہوم راسخ کرے۔ وہ یہ سمجھائے یہ کام اللہ کا حکم ہے۔ اللہ نے اس سے ہمیں منع کیا ہے اور مسلمان کے لئے اللہ کی نافرمانی اس کے لئے سخت عذاب کا موجب ہوگی جبکہ اللہ کی اطاعت کے صلے میں اس کے لئے نعمتوں کے انبار ہوں گے۔ جنت اور جہنم کا بیان۔ آخرت اور قیامت کا بیان۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت، یہی انداز اثر انگیز اور ولولہ خیز ہے۔ کسی عبادت کے دنیاوی فوائد و ثمرات محسوس ہو بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی۔ اس میں موجود طبی اور سائنسی حکمتیں ظاہر ہو بھی سکتی ہیں اور نہیں بھی۔ لیکن ہم اس نظریئے کے قائل نہیں کہ عقائد و اعمال کو عقل کی کسوٹی پر جانچنے کے بعد ایمان لائیں۔عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے۔ ہمارے لئے اتنا معلوم کرنا کافی ہے کہ یہ بات ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اس کے بعد اطاعت کا مرحلہ ہے بحث و مباحثے کا نہیں۔

# ذرائع

انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے دور کے تمام ایسے ذرائع استعمال کیے کہ جن کے ذریعے دعوت دین کا کام سرانجام پاسکتا تھا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اس بارے میں شاھد ہے۔ ان ذرائع میں زبان وکلام کے ذریعے' کردار کے ذریعے' خطوط' قاصدوں' سفیروں کے ذریعے' تلوار کے ذریعے' دعوت طعام یا اجتماعات کی جگہوں پر خطاب کے ذریعے' اس دور کے رائج طریقوں کے ذریعے وغیرھم شامل ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہاڑی پر کھڑے ہوکر لوگوں کو دین حق پیش کرنا بھی دعوت دین کا ذریعہ تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ دور جاہلیت میں جب کبھی کوئی خطرہ درپیش ہوتا یا خطرے کی اطلاع ملتی تو اسی پہاڑی پر کھڑے ہوکر۔ لباس اتار کر چیخا اور چلایا جاتا۔ لوگ فوراً سمجھ جاتے کہ کوئی بہت بڑا مسئلہ یا خطرہ آن پہنچا ہے لہٰذا وہ پہاڑی کی طرف رخ کرتے تاکہ اسی شخص کی بات سن کر تفصیلات معلوم کی جا سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دین کے لئے اس ذریعے کو موثر پایا اور آپ نے اس پہاڑی پر کھڑے ہوکر لوگوں کو بلند آواز سے پکارنا شروع کیا اور لوگوں کے جمع ہونے پر صداقت وکردار کی گواہی لینے پر لوگوں کے سامنے دین متین پیش کیا۔

لیکن اس واقعہ میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ آپ نے رائج طریقہ کے مطابق نہ تو لباس اتار کر خود کو برہنہ کیا اور نہ جاہلوں کی طرح رونا پیٹنا شروع کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ داعی الی الحق ایسے تمام قدیم و جدید وسائل و ذرائع دین کے لئے استعمال کر سکتا ہے کہ جن میں کسی بھی قسم کی کوئی شرعی قباحت موجود نہ ہو۔ آج ان ذرائع میں ٹی وی۔ وی سی آر فلم تصاویر وغیرہ غیر شرعی ذرائع ہیں جنہیں ہم قطعاً دعوت دین کے لئے استعمال نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اخبارات' ریڈیو' پریس وغیرہ کو غیر شرعی طور طریقوں سے بچتے ہوئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ انفرادی ملاقاتیں (گھروں میں ملاقات کرنا۔ یا کسی کو گھر پر دعوت طعام دے کر دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا) اجتماعی پروگرامات (درس' تقاریر' جلسے' کانفرنسیں' سیمینار' اجتماعات' اجتماعی درس' اجتماعی دعوت طعام'

تربیتی نشستیں وغیرہ) لٹریچر' رسائل وجرائد' خطوط' ہینڈ بلز اشتہارات' پوسٹر وغیرہ) کے ذریعے دین کا کام موثر انداز سے کیا جا سکتا ہے۔

## مخاطب کے مرتبے کا خیال

دعوت دین میں انسانوں کے مراتب کا خیال رکھا جا سکتا ہے صاحب اقتدار افراد' آفیسرز' تاجران' سیاستدان' اساتذہ' صحافی' دکاندار' مزدور' کسان' طلباء غرض ہر طبقے کے افراد کے لئے دعوت دین کے مختلف اسلوب اختیار کرنا حکمت و بصیرت کی علامت ہے ظاہری بات ہے کہ اگر ایک صاحب مقتدر صحیح دین کی طرف لوٹتا ہے تو اس کے اثرات پوری ریاست پر مرتب ہوں گے جو کہ ایک عام شہری کے ذریعے ناممکن ہے اسی طرح ہر کلاس کے افراد کا دین پر آنا دوسری کلاس کے افراد سے مختلف ثمرات لاتا ہے لیکن اس سلسلے میں تین باتیں یاد رکھی جائیں۔

اول تو یہ کہ ہر طبقہ تک دعوت حق پہنچانا ہمارے فرائض میں سے ہے جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے۔ دوم یہ کہ تمام طبقات کے لئے دعوت حق کی بنیاد وجزیات ایک ہی رہیں گی اس میں مراتب کے لحاظ سے تبدیلی ناجائز اور اللہ کے حکم کی نافرمانی ہے۔

سوم یہ ہے کہ جو لوگ اس دعوت حق کی طرف آنے کی خواہش رکھتے ہوں سب سے پہلے ان پر توجہ دی جائے یہ افراد چاہے کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں جیسا کہ قرآن مجید میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے متعلق مشہور واقعہ درج ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض سرداران قریش کو دین اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے اتنے میں نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم حاضر خدمت ہوئے اور اپنی طرف متوجہ کرنے لگے کہ اے اللہ کے رسول فلاں آیت کیسے ہے اس بارے میں مجھے سمجھائیے۔ آپ کو ان کا بے وقت کا پوچھنا ناگوار گزرا آپ کو یہ خیال ہوا ہو گا کہ میں ایک بڑے اہم کام میں مشغول ہوں۔ قریش کے یہ بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر اسلام لے آئیں تو بہت سے لوگوں کے مسلمان ہونے کی توقع ہے عبداللہ بن ام مکتوم بہرحال مسلمان ہے اسے سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے ہزاروں مواقع حاصل

ہیں- اس لئے آپ ترش رو ہوئے اور ان کی طرف نہ متوجہ ہوئے اس پر اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو ان الفاظ میں متنبہ کیا-

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ﴿۱﴾
اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾
وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ﴿۳﴾
اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿۴﴾
اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾
فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ﴿۶﴾
وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿۷﴾
وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿۸﴾
وَهُوَ يَخْشٰى ﴿۹﴾
فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾ (سورہ عبس)

(نبی) ترش ہوا اور بے رخی برتی (اس بات پر) کہ (ایک) نابینا اس کے پاس آیا اور (اے نبی) تمہیں کیا معلوم شاید (تمہاری تعلیم سے) وہ سدھر جاتا یا نصیحت قبول کر لیتا اور نصیحت کرنا اسے فائدہ پہنچاتا-

جو شخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے اس کی طرف تو تم خوب توجہ کرتے ہو حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو تم پر کچھ الزام نہیں اور جو تمہارے پاس دوڑ کر آتا ہے وہ (اللہ سے) ڈرتا ہے تو تم اس سے بے اعتنائی برتتے ہو- ہرگز نہیں یہ (قرآن) تو سراسر نصیحت ہے پس جس کا جی چاہے اسے قبول کرے-

# دعوتی نکتہ نظر سے جامع ترین آیات

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾

اور اُس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں (۳۳)

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾

اور بھلائی اور بُرائی برابر نہیں ہو سکتی. تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے (۳۴)

وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾

اور یہ بات اُن ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں. اور اُن ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں (۳۵)

وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٦﴾

اور اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو خدا کی پناہ مانگ لیا کرو. بیشک وہ سنتا جانتا ہے (۳۶)

یہ آیات مندرجہ ذیل امور پر واضح طور پر روشنی ڈالتی ہیں

۱۔ مسلمانوں میں سب سے بہترین شخص وہ ہے جو دعوت کا کام کرے۔

۲۔ دعوت اللہ کی طرف دی جائے۔

۳۔ دعوت پر سب سے پہلے خود عمل پیرا ہوا جائے اور نیک اعمال کئے جائیں۔

۴۔ حق اور باطل برابر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا حق کو غالب اور باطل کو مغلوب ہونا چاہئے۔ دونوں ایک ہی معاشرے میں برابر کی سطح پر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس کا فیصلہ عمل کے ذریعے داعی کو کرنا ہے۔

۵۔ لوگوں کے سخت کلام کا بہتر طریق سے جواب دو۔

۶۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دشمنیاں دوستیوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔

۷۔ لیکن یہ کام دو قسم کے داعیان ہی کر سکتے ہیں۔ ایک وہ جو صبر کرنے والے ہوں اور دوسرے وہ جو صاحب نصیب ہوں یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دعوت کا کام کرنے والے صابر اور خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں۔

۸۔ اگر اس عظیم فعل کی انجام دہی کے دوران تمہیں شیطان شکوک و شبہات کا شکار

کرے۔ تمہاری ہمت توڑنے تمہیں ماضی کے پچھتاوے یا مستقبل کے خوف میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے تو فوراً اللہ کی پناہ میں آجایا کرو۔ اللہ کی عبادت وذکر میں مشغول ہوجایا کرو۔

۹۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تمہاری جدوجہد کو دیکھ رہا ہے اور حالات سے باخبر ہے۔ لہٰذا وہ تمہیں اجر عظیم سے نوازے گا اور اگر تم اس کی نافرمانی کروگے ان اصول وضوابط کے خیال نہیں کروگے تو وہ تمہیں اس کی سزا دے گا کیونکہ وہ ہر بات سن رہا ہے جان رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# آؤ فائدہ اٹھائیں

1- **الجامعہ الکریمیہ** ⬅ اس میں فی الحال چار شعبہ جات کام کر رہے ہیں۔

(i) قرآن مجید ناظرہ (بعد نماز فجر)

(ii) **تحفیظ القرآن** (مکمل دن)

درجہ حفظ القرآن و ناظرہ کی تعلیم تجوید و قرات کے قواعد کے ساتھ دی جاتی ہے۔ قابل اور محنتی استاد کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔

(iii) **ترجمۃ القرآن کلاس** (بعد نماز مغرب)

قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کو سمجھنے کے لئے کلاس عرصہ سے جاری ہے دعوت عام ہے۔



(iv) **المدرستہ الکریمیہ السلفیہ للبنات** (تین بجے سہ پہر تا پانچ بجے تک) (گلی نمبر 37 وائی بلاک)

⬅ مسلمان لڑکیوں کے لئے معیاری درس گاہ۔ نصاب: ناظرہ قرآن مجید' ترجمہ و تفسیر عربی گرائمر وغیرہ

2- **الکریمیہ اسلامک لائبریری** ⬅ مخرب الاخلاق لٹریچر سے بچئے اور احادیث تفاسیر' تاریخی و اسلامی کتب کا مطالعہ کیجئے۔

3- **الکریمیہ کیسٹ لائبریری و ریکارڈنگ سنٹر**

← گانوں کی کیسٹوں پر تلاوتیں علماء کرام کی تقاریر اور جہادی ترانے مفت ریکارڈ کرائیں۔

4- **الکریمیہ خوش خطی سنٹر** (بعد نماز عصر) ← اس میں طلباء خوشخطی سیکھتے ہیں طلباء بھائی اپنی لکھائی اچھی کر سکتے ہیں۔

5- **الکریمیہ ایجوکیشن سنٹر** (بعد نماز عصر) (چھٹی تا میٹرک)

← ہر طالب علم کو دعوت ہے جو تعلیمی پیاس بجھانا چاہتا ہے۔

6- **جسمانی تربیتی مرکز** (بعد نماز فجر) ← اس میں فزیکل تربیت کے ساتھ ساتھ دینی تربیت کا باقاعدہ اہتمام ہے۔

نوٹ ← ہر کوئی ایک درج بالا شعبہ جات سے استفادہ کر سکتا ہے کوئی فیس وغیرہ نہیں لی جاتی۔

مقام ← گلی نمبر 38 وائی بلاک پیپلز کالونی گوجرانوالہ ☆ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کی جاتی ہیں۔

زیر سرپرستی و منتظم ← **محمد** مسعود لون ایڈووکیٹ (**الکریمیہ** ٹرسٹ)

"دعوت دین کا کام کرنے والوں کو ایک بات ہمیشہ ملحوظ خاطر رہے کہ دعوت دین کے فرائض میں سے اہم فریضہ ہے۔ عبادات میں سے ایک اہم عبادت ہے۔ لیکن اس عبادت کو ادا کرتے ہوئے دوسری عبادات میں کمی نہیں کی جا سکتی یا انہیں Degrade نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص رات گئے تک دعوت کا کام کرتا رہے اور فجر کی نماز ضائع کر بیٹھے تو یہ کوئی تعریف والا کارنامہ سرانجام نہیں دیا گیا۔ اس کی رات کی محنت کا اجر ایک طرف لیکن اسے یہ حق کس نے دیا ہے کہ ایک حق کی ادائیگی میں دوسرے حقوق غصب کر ڈالے۔ اسی طرح کوئی شخص دعوت میں مصروف ہو کر نوافل اور سنتوں کے بارے میں لاپروائی برتتا ہے تو اس کا یہ فعل اللہ کے ہاں مستحسن نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ واضح کیا گیا ہے ایک داعی کو تو عام لوگوں سے زیادہ تقرب اللہ کی ضرورت ہے۔ تاکہ دعوت کے میدان میں استقامت اختیار کر کے اس کے مقرب ترین بندوں میں گنا جا سکے۔"


طلباء مرکز الدعوۃ والارشاد پاکستان

۵۔ چیمبرلین روڈ موچی دروازہ لاہور۔ فون: ۷۲۳۱۱۰۶